تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

09

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

26 رجب تا 2 شعبان المعظم 1442ھ/ 9 تا 15 مارچ 2021ء

بانی تنظیم:
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

امیر تنظیم:
شجاع الدین شیخ

سودی نظام کے خلاف مہم

"اگر تم سود نہیں چھوڑتے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ"
(البقرۃ:279)

رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر......
(مسلم شریف)

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات
(علامہ اقبال)

"اب آپ کو اسلام کا نظام معیشت تیار کرنا ہے۔ اس مغربی نظام معیشت نے انسان کو کوئی خیر اور بھلائی عطا نہیں کی۔"
(قائداعظمؒ 1948ء)

دستورِ پاکستان کی دفعہ (38F) کے تحت حکومت سود کے جلد از جلد خاتمے کی پابند ہے

تنظیمِ اسلامی www.tanzeem.org

اس شمارے میں

سود ایک کا لاکھوں کے لیے......
سود کی حرمت: خباثتیں اور اشکالات
سقوط خلافت عثمانیہ: 100 سال
اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام (iii)
عورت کی تعلیم: حدود و قیود
سود کے خلاف کوششوں کی تاریخ

غلاموں اور باندیوں کی آزادی میں مالی مدد کرو

سُورَةُ النُّور — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — **آیت : 33**

وَلۡیَسۡتَعۡفِفِ الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ نِکَاحًا حَتّٰی یُغۡنِیَہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَالَّذِیۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ الۡکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ فَکَاتِبُوۡہُمۡ اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِیۡہِمۡ خَیۡرًا ٭ۖ وَّاٰتُوۡہُمۡ مِّنۡ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیۡۤ اٰتٰىکُمۡ ؕ وَلَا تُکۡرِہُوۡا فَتَیٰتِکُمۡ عَلَی الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا لِّتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ؕ وَمَنۡ یُّکۡرِہۡہُّنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِکۡرَاہِہِنَّ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۳﴾

آیت ۳۳: ﴿وَلۡیَسۡتَعۡفِفِ الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ نِکَاحًا﴾ ’’اور خود کو بچائے رکھیں وہ لوگ جو نکاح کی قدرت نہ پائیں‘‘

جو لوگ نکاح کرنے کی بالکل استطاعت نہ رکھتے ہوں‘ یعنی ان کے پاس نہ تو مہر ادا کرنے کے لیے کچھ ہو‘ نہ نان نفقہ کے لیے کوئی ذریعہ معاش ہو اور نہ ہی سر چھپانے کے لیے کسی قسم کی چھت کا بندوبست‘ تو ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کرتے رہیں اور اپنی خواہشات کو اپنے قابو میں رکھیں۔

﴿حَتّٰی یُغۡنِیَہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ﴾ ’’یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔‘‘

﴿وَالَّذِیۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ الۡکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ﴾ ’’اور جو مکاتبت کرنا چاہیں تمہارے مملوکوں میں سے‘‘

آقا اور غلام کے درمیان آزادی کے معاہدے کو مکاتبت کہا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ غلام کی خواہش اور آقا کی رضامندی سے طے پاتا تھا کہ آقا اگر اپنے غلام کو آزاد کر دے تو وہ ایک مقررہ مدت تک طے شدہ رقم اپنے آقا کو معاوضے کے طور پر ادا کرے گا۔

﴿فَکَاتِبُوۡہُمۡ اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِیۡہِمۡ خَیۡرًا ٭ۖ﴾ ’’تو اُن سے مکاتبت کر لیا کرو اگر تم سمجھو کہ ان میں بھلائی ہے‘‘ قرآن نے ہر اس اقدام کی حوصلہ افزائی کی ہے جس سے تدریجاً غلاموں کو آزادی میسر آئے اور غلامی کا خاتمہ ہو سکے۔

﴿وَّاٰتُوۡہُمۡ مِّنۡ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیۡۤ اٰتٰىکُمۡ ؕ﴾ ’’اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے‘‘ یعنی جن غلاموں نے مکاتبت کی ہو تم لوگ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے ان کی زیادہ سے زیادہ مالی معاونت کیا کرو تا کہ وہ جلد از جلد مقررہ رقم ادا کر کے آزاد ہو سکیں۔

﴿وَلَا تُکۡرِہُوۡا فَتَیٰتِکُمۡ عَلَی الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا﴾ ’’اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کیا کرو جبکہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہیں‘‘

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ خود پاک دامن نہ رہنا چاہتی ہوں تو ان کو مجبور کرنے کی اجازت ہے۔ ’’اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا‘‘ کی قید یہاں بطور شرط کے نہیں بلکہ صورتِ واقعہ کی تعبیر کے لیے ہے۔

﴿لِّتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ؕ﴾ ’’تا کہ تم حاصل کرو دنیا کی زندگی کا سامان۔‘‘

عربوں کے ہاں یہ بھی رواج تھا کہ وہ اپنی باندیوں سے پیشہ کرواتے اور اس سے حاصل ہونے والی کمائی خود کھاتے تھے۔

﴿وَمَنۡ یُّکۡرِہۡہُّنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِکۡرَاہِہِنَّ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۳﴾﴾ ’’اور اگر کوئی انہیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ ان کے جبر کے بعد بہت بخشنے والا‘ بہت رحم کرنے والا ہے۔‘‘

اگر کوئی اپنی باندی کو بدکاری پر مجبور کرے گا اور خود اس باندی کی مرضی اس میں شامل نہیں ہو گی تو اللہ تعالیٰ اس کی مجبوری کے باعث اس کے گناہ کو معاف فرما دے گا اور اس گناہ کا وبال اس پر ہو گا جس نے اسے اس کام کے لیے مجبور کیا ہو گا۔

فرمان نبویؐ

مرنے کے بعد صرف عمل ساتھ رہتا ہے

عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((یَتۡبَعُ الۡمَیِّتَ ثَلَاثَۃٌ فَیَرۡجِعُ اِثۡنَانِ وَیَبۡقٰی وَاحِدٌ یَتۡبَعُہٗ اَہۡلُہٗ وَمَالُہٗ وَعَمَلُہٗ، فَیَرۡجِعُ اَہۡلُہٗ وَمَالُہٗ وَیَبۡقٰی عَمَلُہٗ)) (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ’’(مرنے کے بعد قبر تک) میّت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو چیزیں لوٹ آتی ہیں اور ایک چیز اس کے ساتھ رہتی ہے۔ (1) اس کا کنبہ اور رشتے دار (2) اس کا مال (3) اس کا عمل۔ (دفن کے بعد) پہلی دو چیزیں پلٹ جاتی ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔‘‘

تشریح: موت کے بعد آدمی کی تجہیز و تکفین ہوتی ہے۔ رشتہ دار اشکبار آنکھوں سے اسے سپردِ خاک کرتے ہیں۔ ورثاء کو ترکہ مل جاتا ہے پھر خون کے رشتہ داروں میں ماں‘ باپ‘ بیوی‘ بچوں وغیرہ میں سے بھی کوئی اُسے گھر میں نہیں رکھنا چاہتے۔ اے ادھر جانے والے! سوائے تیرے عمل کے (وہ برا ہے یا بھلا) اور کوئی چیز تیرے ساتھ نہیں جائے گی۔ بس تیرا عمل ہی تیرا رفیق اور وفا شعار دوست ہو گا۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

انسان اِس دنیا کا واحد جاندار ہے جو جسد اور روح کا مرکب ہے۔ باقی تمام جاندار جسد تو رکھتے ہیں لیکن بے روح ہوتے ہیں لہٰذا ان جانداروں کے سامنے صرف جسد کے تقاضے ہوتے ہیں جبکہ جسد اور روح کے انضمام سے وجود میں آنے والے انسان کے سامنے دونوں طرح کے تقاضے ہوتے ہیں۔ جہاں تک جسم کے تقاضوں کا تعلق ہے انسان اور دوسرے جانداروں میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ مثلاً: بھوک مٹانا، جنسی خواہش کی تکمیل کرنا، موسم کی شدت سے بچنا اور سب سے بڑھ کر اپنی جان کا دشمن سے تحفظ کرنا۔ البتہ انسان کو روح کے تقاضے بھی پورا کرنا ہوتے ہیں لیکن چونکہ روح اپنے تقاضوں کے پورے نہ ہونے پر کوئی شور و ہنگامہ نہیں کرتی اور جسم پر کئی تکلیف دہ اثرات مرتب نہیں کرتی صرف شعوری طور پر ایک بے آواز احساس پیدا کرتی ہے جسے ضمیر کی آواز کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ لہٰذا انسانوں کی عظیم اکثریت اِس آواز پر کان نہیں دھرتی۔ یہاں مختصراً روح کے تقاضوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ روح چونکہ امر ربی ہے، لہٰذا انسان کو اپنے واحد خالق و مالک کی طرف متوجہ کرتی ہے، عدل و انصاف کا بول بالا اور ظلم کا خاتمہ اور جائز و ناجائز میں تمیز چاہتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان نے دوسرے جانداروں کی طرح صرف اپنے جسم کو محفوظ ہی نہیں رکھنا ہوتا بلکہ اُس کے نفس کا یہ بھی تقاضا ہوتا ہے کہ اس کا بناؤ سنگھار بھی کرو، اسے ہر ممکن طریقے سے آرام اور آسائش پہنچاؤ، اِسے نہ صرف موسم کی شدت سے بچاؤ بلکہ موسم ہی کو اُلٹ پلٹ کر دو۔ گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاؤ اور سردیوں میں ماحول ہی گرم کر دو، سفر کو حضر بنا دو، رفتار ایسی تیز ہو جیسے وہ ہواؤں کے دوش پر ہو اور ایسا آرام دہ سفر ہو جیسے گھر کا بیڈروم وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا انسانوں کی عظیم اکثریت کا فوکس تن آسانی اور عیش و عشرت پر ہوتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ دو متضاد تقاضوں کو پورا کیا جا سکے، لہٰذا اِن تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے، پھر انسانوں میں اکثریت کا وہی حال ہوتا ہے جسے ہم ضمیر کا مرنا قرار دیتے ہیں اور جسم کے تقاضے ایسے غالب آتے ہیں کہ انسان کی روح دب جاتی ہے اور زندگی محض متاعِ دنیا کی اسیر بن کر رہ جاتی ہے جس کے پاس جتنے زیادہ وسائل ہوں گے وہ زندگی کو زیادہ سے زیادہ رنگین اور پُرتعیش بنا سکے گا لیکن دولت کے بڑے انبار اور بیش بہا وسائل جائز پر اکتفا کر کے، عدل و قسط پر مبنی قواعد و ضوابط کی پابندی سے اور دوسرے انسانوں کے حقوق پر ہاتھ صاف کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے لہٰذا انسان نے غور و فکر سے منافع کمانے کا محفوظ ترین طریقہ یہ ڈھونڈا کہ زر سے زر کمایا جائے، اِس لیے کہ تجارت میں بہرحال نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔ پھر یہ کہ کسی قسم کی محنت اور مشقت کی ضرورت نہیں رہتی، گھر بیٹھے سرمائے میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اللہ نے اِسے ربا یا سود قرار دیا جو شریعت موسوی میں بھی ناجائز اور حرام تھا۔ جبکہ اسلام میں عقائد کے حوالے سے جہاں شرک بدترین گناہ ہے وہاں سود خوری عملی طور پر بدترین گناہ ہے۔ طلوعِ اسلام نے جب سرزمین عرب کو روشن کیا تو سودی لین دین عام تھا، یہاں تک کہ

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
26 رجب تا 2 شعبان 1442ھ جلد 30
9 تا 15 مارچ 2021ء شمارہ 09
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بڑے نامور اور شریف گھرانے بھی اِس میں ملوث تھے۔حضور ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اپنے چچا حضرت عباس ؓ بن عبدالمطلب کے سود کے بقیہ کی معافی کا اعلان کیا۔قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سود کی ممانعت بڑی تدریج سے کی، مثلاً سنہ 6 نبوی میں سورہ روم میں بتایا کہ ’’تم جو کچھ دیتے ہو سود پر تاکہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں لیکن اللہ کے ہاں اِس میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا‘‘۔ پھر سورۃ النساء میں یہود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھیں سود کھانے کے سبب عذاب دیا جائے گا۔کہیں سود کھانے والوں کی یہ حالت بتائی کہ وہ روزِ قیامت یوں کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہے اور بالآخر سود خوروں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جو کسی اور گناہ کے ارتکاب پر نہیں کیا۔سود کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ایک فرمان بڑا چشم کشا بھی ہے اور دلچسپ بھی، وہ یہ کہ اللہ نے تجارت کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا۔

غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قریش اور دوسرے تمام کفار کے اعتراضات کا جواب دلائل سے دیتا ہے البتہ سود کے خلاف جواب دلائل سے بھی دیا ہے اور اللہ نے تجارت کو حلال اور ربا کو حرام قرار دینے کا حتمی اعلان بھی کر دیا۔ یعنی سب کو سودی لین دین کے حوالے سے Shut up کہہ دیا۔ گویا یہ ایسا بڑا اور خوفناک جرم ہے جس پر اللہ کچھ سننے کو تیار نہیں۔

اللہ رب العزت وفاقی شرعی عدالت کے جسٹس تنزیل الرحمن کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور اُن کے درجات بلند فرمائے۔ جنہوں نے 14 نومبر 1991ء کو ایک مقدس تاریخی فیصلہ دیا جس میں اُنھوں نے بینک انٹرسٹ کو ربا قرار دیا۔اس فیصلے میں بینک انٹرسٹ اور ربا کو ایک ہی شے قرار دینے کے اتنے قوی دلائل تھے کہ آج تک کوئی ’’دانشور‘‘ اُن کی تردید نہیں کر سکا۔

پاکستان میں بعض ’’دانشور‘‘ اور ایسے تاجر جو سودی لین دین کے حق میں ہیں، اپنے ضمیر کی خلش یہ کہہ کر دباتے اور مٹاتے ہیں کہ قرآن نے جس ربا کو حرام مطلق قرار دیا ہے وہ مہاجن کا سود ہے۔ بینک میں تجارتی سود پر لفظ ربا کا اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ باہمی مفادات کو پیش نظر رکھ کر لیا دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اُس کے نقصانات زیادہ نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس جریدہ میں جو سود کی حرمت کے حوالے سے مضامین شائع ہوئے ہیں اُن میں بھی قرآن اور احادیث کے حوالے دے کر ثابت کیا گیا ہے کہ جسے بینک انٹرسٹ کہا جاتا ہے وہ سود ہے اور حرام ہے بلکہ حرام مطلق ہے۔ البتہ ہم عوامی سطح پر مہاجن کے سود اور بینک کے سود کے تقابل پر کچھ عرض کرنا چاہیں گے۔ جب کوئی شخص کسی مہاجن سے قرض لیتا ہے تو اُس کے نقصانات اُس شخص یا اُس کے خاندان کو پہنچتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اُس کے قریبی عزیز و اقارب متاثر ہوتے ہیں لیکن بینک کا سود ملکی سطح ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ سرمایہ دار بینکوں کی رقوم سے ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور اشیاء کا دام بڑھاتے ہیں۔ اپنے نفع میں سود کی رقم بھی جمع کرتے ہیں اور پھر عوام سے وصول کرتے ہیں لہٰذا سارا بوجھ عوام پر پڑ جاتا ہے۔ ایک خاندان نہیں سارا ملک متاثر ہوتا ہے۔ بین الاقوامی قرضوں پر جو غریب ممالک سے سود لیا جاتا ہے اُس سے بھی اُن ممالک میں مہنگائی ہو جاتی ہے پھر یہ کہ صرف سود وصول نہیں کرتے اُس ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنا شروع کر دیتے ہیں پھر سود کی ادائیگی کے لیے بھی اُن ممالک کو قرض لینا پڑتا ہے لہٰذا قرض پہ قرض اور سود در سود کا سلسلہ چلتا رہتا ہے جس سے وہ غریب ملک آزادانہ طور پر خارجہ پالیسی بھی نہیں اپنا سکتا یہاں تک کہ اُس کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ بقول شاعر ؎

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جُوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

انتہائی تکلیف دہ بات یہ ہے کہ دنیا بھر اور پاکستان میں ایسے مسلمان بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ سود کے بغیر معیشت نہیں چل سکتی۔ اُنھیں خدا کا خوف کرنا چاہیے کیا اللہ تعالیٰ ایسی شے کو حرام مطلق قرار دے سکتا ہے جو ناگزیر ہو، جس کا کوئی متبادل ہی نہ ہو۔ یہ جاہلانہ کلمہ ہے۔ یہ کافرانہ کلمہ ہے۔ البتہ ہماری رائے میں یہ بات درست ہے کہ موجودہ باطل نظام جو دنیا بھر میں اور پاکستان پر بھی مسلط ہے اس کے ہوتے ہوئے سودی نظام کو ختم کرنا ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور بہت سے افراد کی طرف سے ایسا متبادل نظام پیش کیا جا چکا ہے جس سے بلاسود معیشت اور اقتصادی نظام کارفرما کیا جا سکتا ہے ضرورت عزم صمیم کی ہے۔ نیک نیتی اور خلوص درکار ہے۔ البتہ اگر ہم اِس چور کو گرفت میں لینے کی کوشش کے ساتھ ساتھ چور کی ماں یعنی سرمایہ دارانہ نظام کو تہس نہس کرنے اور اِسلام کا عادلانہ نظام قائم کرنے کی بھرپور کوشش کریں تو ہمیں یقین واثق ہے کہ سودی نظام مٹی کا گھروندا ثابت ہوگا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ستونوں پر کھڑی چھت کے ستون گرا دیں تو جو انجام اُس چھت کا ہوگا وہی اِس سودی نظام کا ہوگا۔ ہمیں سودی نظام کے خلاف مہم بھی چلانی ہوگی اور اِس باطل نظام کا تیاپانچہ کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد بھی کرنا ہوگی۔ تب ہی ہم اسلامی نظام کا قیام ممکن بنا سکیں گے۔ اگر دنیوی اور ظاہری طور پر ہماری جدوجہد کامیاب نہ بھی ہو تب بھی روزِ قیامت اللہ کے ہاں اپنی معذرت تو پیش کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

سود کی حرمت: خباثتیں اور اشکالات

شجاع الدین شیخ
امیر تنظیم اسلامی

آج ہم ان شاء اللہ حرمت سود کے حوالے سے مطالعہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی جو تعلیمات عطا فرمائیں ان کے مطابق سود کا لین دین حرام ہے۔ ان تعلیمات کی روشنی میں آج ہم جاننے کی کوشش کریں گے کہ سود کی تعریف کیا ہے؟ سود کی حرمت کو قرآن نے کس طور سے بیان کیا؟ نبی اکرم ﷺ نے احادیث میں کس طور پر بیان کیا؟ سود میں مبتلا ہوجانے کی تباہ کاریاں جو آج دنیا میں ہمیں دکھائی دیتی ہیں ان کا بھی جائزہ لیں گے۔ پھر سود کے خاتمے کے حوالے سے جب بات کی جاتی ہے تو کچھ سوالات اُٹھتے ہیں، کچھ اعتراضات بھی پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے تقریباً پندرہ سوالات اور اشکالات کے جواب بھی آج کی نشست میں ہم جاننے کی کوشش کریں گے۔ آخر میں ہم یہ بھی جاننے کی کوشش کریں گے کہ اس استحصالی سودی نظام کو ختم کرنے اور اس کا متبادل نظام لانے کے لیے عوام کیا کریں اور خاص طور پر حکمرانوں کو کیا کرنا چاہیے۔

سب سے پہلے ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ قرآن مجید میں سود کی حرمت کے حوالے سے کس طرح تدریجاً احکامات نازل ہوئے ہیں۔ رب کائنات نے جو دین فطرت ہمیں عطا فرمایا۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب شریعت عطا فرمائی تو تدریجاً احکامات عطا فرمائے۔ جیسے شراب کی ممانعت کے حوالے سے قرآن حکیم میں تدریجاً احکامات آئے۔ اسی طرح جس دور میں قرآن نازل ہو رہا تھا تو وہاں سود کا بھی دور دورہ تھا۔ اس کی ممانعت کے لیے بھی تدریجاً احکامات آئے۔ نزول کی ترتیب کے اعتبار سے سب سے پہلے 6 نبوی میں سورۃ الروم کی آیت 39 نازل ہوئی۔ فرمایا:

﴿وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۟ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰہِ ۚ﴾ ''اور جو کچھ تم دیتے ہو سود پر تاکہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں تو اللہ کے ہاں اس میں کوئی بڑھوتری نہیں ہوتی۔''

یعنی ابتدا میں سود کے منفی پہلو کو سامنے رکھ دیا گیا کہ شاید تم سمجھتے ہو کہ سود سے مال بڑھتا ہے حالانکہ اللہ کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ اس کے بعد 3ھ میں سورۃ آل عمران کی آیت 130 کا نزول ہوا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً ۠﴾ ''اے اہل ایمان! سود مت کھاؤ دگنا چوگنا بڑھتا ہوا''

یہ کمپاؤنڈ انٹرسٹ ہے۔ مثلاً کسی نے کسی کو سو روپے دیے اور کہا کہ دو مہینے بعد واپس کرو گے تو ایک سو دس لوں گا، تین مہینے بعد واپس کرو گے تو 130۔ یعنی جیسے جیسے وقت بڑھتا ہے سود کا پیسہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد 5ھ میں سورۃ النساء کی آیات 161 کا نزول ہوا۔

﴿وَّاَخْذِھِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُھُوْا عَنْہُ وَاَکْلِھِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ مِنْھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿١٦١﴾﴾ ''اور بسبب ان کے سود کھانے کے جبکہ اس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بسبب ان کے لوگوں کے مال ناحق ہڑپ کرنے کے۔ اور ان میں سے جو کافر ہیں ان کے لیے ہم نے بہت دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

مرتب: ابو ابراھیم

یہاں یہود کا ذکر آ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ پچھلی شریعتوں میں بھی سود کی ممانعت تھی اور یہود کو جن بد اعمال کی وجہ سے سزا دی گئی ان میں سے ایک سود بھی تھا۔ اس کے بعد سن 9ھ میں سورۃ البقرۃ کے 38ویں رکوع کی آیات نازل ہوئیں جن میں سود کی حرمت کے آخری اور حتمی احکامات تفصیل سے آئے: فرمایا:

''جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ وہ نہیں کھڑے ہوتے مگر اُس شخص کی طرح جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور ربا کو حرام ٹھہرایا ہے۔ تو جس شخص کے پاس اس کے ربّ کی طرف سے یہ نصیحت پہنچ گئی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہے۔ اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جس نے (اس نصیحت کے آ جانے کے بعد بھی) دوبارہ یہ حرکت کی تو یہ لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔'' (البقرہ:275)

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ کسی ناشکرے اور گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔'' (آیت:276)

یہاں سود کھانے والوں کی حالت کا بھی ذکر آیا، یہ بھی بتایا گیا کہ اللہ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور ربا کو حرام۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے بالکل متضاد ہیں۔ سود کی حرمت سے قبل جو سود لیا گیا وہ معاف ہے لیکن اس کے بعد اگر کوئی سود لیتا ہے تو وہ جہنمی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے جبکہ سود کو مٹاتا ہے۔ آگے آیات 278، 279 میں فرمایا:

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود میں سے جو باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو، اگر تم واقعی مؤمن ہو، پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو پھر اصل اموال تمہارے ہی ہیں۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''

یعنی ایمان اور ربا ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ جہاں واقعتاً ایمان ہوگا وہاں سود کا معاملہ نہیں ہوگا اور اگر کوئی شخص سودی معاملات میں مبتلا ہے تو پھر اس میں ایمان نہیں ہو سکتا۔ اس آیت میں سود کے خلاف شدید ترین الفاظ آئے ہیں کیونکہ عقیدے میں سب سے بڑا جرم شرک ہے اور اعمال میں سب سے بڑا جرم سود کے معاملات میں مبتلا ہونا ہے۔ یہاں الفاظ آ رہے ہیں کہ اگر تم سود کو نہیں چھوڑتے تو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور بتا دیا گیا کہ اگر باز آتے ہو تو اپنا اصل مال لے سکتے ہو، پرنسپل رقم لے سکتے ہو لیکن اس پر سود کی صورت میں جو اضافہ ہے وہ حرام ہے، وہ نہیں لے سکتے۔ آگے فرمایا:

''اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو فراخی حاصل ہونے تک اسے مہلت دو۔ اور اگر تم صدقہ ہی کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ اور ڈرو اُس دن سے کہ جس دن تم لوٹا دیے جاؤ گے اللہ کی طرف۔ پھر ہر جان کو پورا پورا دے دیا جائے گا جو کمائی اس نے کی ہوگی

اور اُن پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔‘‘ (آیات:280،281)

یہاں معاف کر دینے کی طرف توجہ دلائی گئی اور آخرت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے میں نزول کی ترتیب کے مطابق یہ قرآن کی آخری آیت ہے جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی۔ گویا کل کا خوف جس کے سامنے رہے گا وہی سود کے معاملات سے بچے گا اور اگر آج کوئی سودخوری میں مبتلا ہو رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسے آخرت کا خوف نہیں ہے۔

حرمت سود: احادیث کی روشنی میں

قرآن مجید کی ان آیات کی طرح رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں بھی سود کی ممانعت کا نہ صرف ذکر ہے بلکہ سود کے معاملات میں مبتلا ہو جانے والوں کے لیے شدید ترین سزاؤں کا بھی ذکر ہے:

☆ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی سود لینے والے اور کھانے والے پر، سود دینے اور کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں پر اور آپ ﷺ نے فرمایا (گناہ کی شرکت میں) یہ سب برابر ہیں‘‘۔ (مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’سودخوری کے گناہ کے ستر حصے ہیں، ان میں ادنیٰ اور معمولی ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنا۔‘‘ (ابن ماجہ)

☆ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’سود کا ایک درہم جس کو آدمی جان بوجھ کر کھاتا ہے چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ گناہ رکھتا ہے۔‘‘ (مسند احمد)

☆ ’’سات مہلک اور تباہ کن گناہوں سے بچو۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جہاد سے بھاگنا اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا‘‘۔ (مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میرا گزر ہوا ایک ایسے گروہ پر جن کے پیٹ گھروں کی طرح تھے ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے نظر آتے تھے۔ میں نے پوچھا جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتلایا یہ سودخور لوگ ہیں‘‘۔ (ابن ماجہ)

☆ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایات ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میں نے دیکھا ایک شخص نہر میں تیر رہا ہے اور اسے پتھروں سے مارا جا رہا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے! مجھے بتایا گیا یہ سود کھانے والا ہے‘‘۔ (مسند احمد)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے لیکن اس کا آخری انجام قلت اور کمی ہے‘‘۔ (ابن ماجہ، مسند احمد)

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہے کہ ’’یقیناً لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی نہ بچے گا لیکن وہ سود کھانے والا ہوگا جو خود سود نہ کھاتا ہوگا تو اس کا غبار اس کے اندر پہنچے گا۔‘‘

آج ہم اسی دور میں جی رہے ہیں کہ اکثریت سود میں ملوث ہے اور جو خود سود نہیں کھاتا اس کا لباس، اس کا کھانا، پینا اور دیگر اشیائے ضرورت پر سود لگتا ہے تو وہ ہم تک پہنچتی ہیں۔ یعنی غبار تو لگ رہا ہے۔

یہ میں نے آٹھ احادیث آپ کے سامنے پیش کی ہیں۔ ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ سود کتنا بڑا جرم ہے جس کو ہمارے دین نے حرام قرار دیا ہے۔

سود کی خباثتیں

سود کی انفرادی اور اجتماعی سطح پر جو تباہ کاریاں ہیں جو خباثتیں ہیں ان کا کوئی شمار نہیں ہے البتہ ان میں دس بڑی بڑی خباثتوں کا ذکر ہم یہاں کریں گے:

1۔ محنت کی ناقدری: ایک شخص نے کسی کو سود پر پیسہ دے دیا، اس کا سود تو متعین ہے، محفوظ ہے۔ لینے والے نے کاروبار کے لیے پیسہ لیا ہے یا کسی اور حاجت کے لیے لیا ہے تو اس نے کس قدر محنت کی ہوگی، کس قدر اس نے پاپڑ بیلے ہوں گے کیونکہ اس کا نفع تو فکس نہیں ہے۔ اس میں اس کو پریشان ہونا بھی پڑے گا اور نقصانات برداشت کرنے پڑیں گے مگر سود خور نے جو پیسہ دے دیا ہے اس کے نزدیک پیسہ کی قدر ہے، اہمیت ہے اور محنت کی ناقدری ہے۔ یعنی لیبر کی ناقدری ہے اور کیپٹل (سرمایہ) کی حاکمیت ہے۔

2۔ تہذیب وتمدن کا قتل: کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کو اپنی انفرادی حاجات اور کبھی اپنے کاروباری معاملات کے لیے قرض لینا پڑتا ہے۔ اللہ کا دین ہمیں دوسروں کے ساتھ ہمدردی بھی سکھاتا ہے، ایثار وقربانی کا بھی درس دیتا ہے، دوسروں کے کام آنا اور ان کی مجبوری کا فائدہ نہ اٹھانا انسانی معیار ہے۔ لیکن سود خور ذہنیت رکھنے والے کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ اگلا کس قدر مجبور ہے، کس قدر پریشانی میں ہے، کس قدر مشکلات میں پھنس چکا ہے، ان حالات میں سود خور کا سود بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یوں تہذیب وتمدن کا قتل ہوتا ہے کیونکہ اس سے معاشرے میں ہوس، لالچ، حیوانیت بڑھتی ہے اور ہمدردی اور ایثار کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔

3۔ خودغرضی اور مفاد پرستی: یہ پچھلی دو باتوں کا تسلسل ہے کہ چند افراد جو کاروباری طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں وہ لوگوں کو پیسہ دے کر اپنے لیے نفع متعین کریں (جو کہ سود ہے) لیکن عظیم اکثریت ایسی ہو جن کے پاس اپنی بنیادی حاجات کو پورا کرنے کے لیے بھی وسائل نہ ہوں اور اس مجبوری میں ان کو کسی سے قرض لینا پڑتا ہو۔ مگر سود خور ذہنیت بندے کو کسی طور پر بھی نرمی پیدا کرنے پر آمادہ نہیں کرتی۔ یہ خودغرضی ہے کہ چند افراد یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا حصہ متعین رہے، ہمارا نفع پکا ہو، پروٹیکشن اس کو مل جائے اور اگلے برباد ہوتے رہیں، مرجائیں، سود خور کو اس سے کوئی سروکار نہ ہو۔ یہ صرف انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر بھی تباہ کن چیز ہے۔

4۔ قرض کا جال: ہمارے ہاں جو نئی نئی سکیمیں آرہی ہیں اور ریزرو بینکنگ اور پھر پلاسٹک منی کا جو دور آ رہا ہے یہ ایک قرض کا جال ہے جس کو پھیلا دیا گیا ہے۔ سبز باغ دکھائے جاتے ہیں، سودی سکیموں کو فلیور دے کر پیش کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی چادر سے پیر باہر نکالتے ہیں اور پوری کی پوری نسلیں مقروض ہو جایا کرتی ہیں۔ قرض کے حوالے سے یاد رکھیے گا کہ رسول اللہ ﷺ مقروض کا جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن قرض معاف نہیں ہوتا۔ آج سودی لین دین کے جتنے معاملات ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر میں قرض کے ذریعے ہی لوگوں کو جکڑا جاتا ہے اور لوگ مقروض ہونے کی حالت میں ہی دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ایک شخص اللہ کی راہ میں قتل ہو، پھر زندہ ہو، پھر قتل ہو، پھر زندہ ہو، پھر قتل ہو، پھر زندہ ہو، پھر قتل ہو یہ بھی جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک اس کے قرض کی ادائیگی کا اہتمام نہ ہو۔ اور یہ غیر سودی قرض کی بات ہو رہی ہے۔ سودی قرضے کی شناعت اور برائی کس قدر زیادہ ہوگی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

5۔ ظالمانہ ٹیکس کا بوجھ: یہ اجتماعی سطح کا معاملہ ہے۔ آج ہماری دسترس سے چیزیں باہر ہوتی جا رہی ہیں۔ پاکستان کے اندر تقریباً ستر فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے جن کے لیے اپنے بچوں کا علاج کرانا بھی

ممکن نہیں۔صحت، تعلیم اور بنیادی ضروریات بھی ان کو میسر نہیں ہیں اور مزید برآں اگر وہ ان چیزوں کو استعمال کریں تو ظالمانہ ٹیکس ان پر لگتے جاتے ہیں اور ان کی زندگی اجیرن ہوتی چلی جاتی ہے۔انفلیشن اور مہنگائی بھی اسی سودخوری کی وجہ سے بڑھتی ہے۔

6۔مہنگائی میں اضافہ: جب دیکھو پٹرول، ڈیزل اور سی این جی کی قیمت بڑھ گئی۔بڑا تیر مارا کہ چند روپے کم کیے لیکن پھر دوگنا بڑھا دیا۔پھر بجلی، گیس، پانی وغیرہ کے بلوں پر ٹیکس، موبائل پر ٹیکس، ہولڈنگ ٹیکس اور کتنے نئے نئے قسم کے ٹیکسز لگتے چلے جا رہے ہیں۔صرف اس وجہ سے کہ ہم نے جو بیرونی قرضے لیے ہوئے ہیں ان کا سود عوام کی خون پسینے کی کمائی سے ادا کرنا ہے۔آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کہتے ہیں کہ قیمتیں بڑھادو تو ہمیں بڑھانا پڑتی ہیں کیونکہ اوپر سودی قرضوں کا جال بچھا ہوا ہے۔

7۔بے روزگاری میں اضافہ: لامحالہ جب سود کے دھندے بڑھتے ہیں اور ٹیکسز کا بوجھ بڑھتا ہے تو کبھی ڈاؤن سائزنگ بھی کرنی پڑتی ہے۔کبھی کاسٹ وارے میں نہیں آتی تو لیبر کو نکالنا بھی پڑتا ہے اور نتیجہ میں بے روزگاری بڑھتی چلی جاتی ہے۔دنیا کے اندر آج بھی سمجھا اور مانا جاتا ہے کہ سوئزرلینڈ کی اکانومی اچھی ہے۔اگر آپ تاریخ میں جا کر دیکھیں تو 1935 سے 1985ء تک سوئزرلینڈ میں سود کی شرح 2.4 فیصد تھی۔یعنی پوری دنیا میں سب سے کم تھی اور فی کس آمدنی پوری دنیا میں سب سے زیادہ وہاں تھی، بے روزگاری سب سے کم تھی۔جب معیشت کا بھٹہ بہت سے ملکوں میں بیٹھ گیا تب بھی یہ اکانومی کھڑی رہی۔ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ 2.4 فیصد بھی چل جائے گا۔بالکل نہیں ہونا چاہیے۔لیکن غیروں نے اگر سودی شرح کم کی ہے تو وہاں بے روزگاری بھی کم ہوئی اور ترقی میں اضافہ بھی ہوا۔یہ موجودہ دنیا کی ایک مثال ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔

8۔گردش دولت پر منفی اثرات: قرآن نے کہا کہ دولت تمہارے چند ہاتھوں میں محدود نہ رہ جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ﴾

''تاکہ وہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان گردش میں نہ رہے۔'' (الحشر:7)

لیکن آج کی ماڈرن اکنامکس بھی کہتی ہے کہ "better the circulation of wealth better the economy." یعنی جس معاشرے میں دولت جتنی زیادہ گردش میں ہوگی اتنی زیادہ اکانومی ترقی کرے گی۔

آج چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں پورا قانون اور نظام ہوا کرتا ہے، ایک غریب آدمی کتنا ہی ٹیلنٹ والا اور ذہین ہو لیکن اس کو قرضہ نہیں ملے گا کیونکہ اس کی کریڈٹ ورتھ نہیں ہے لیکن بڑے بڑے لوگ جن کے بڑے بنگلے ہیں ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ان کو مزید دو سو بنگلوں کے لیے قرض مل جائے گا۔اسی کا نتیجہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں کے اندر محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔

9۔مفید کاموں کی حوصلہ شکنی: اجتماعی سطح پر آجایئے۔پاکستان جیسے ملک کے اندر صحت کے لیے بجٹ کا ایک یا ڈیڑھ فیصد حصہ ہے۔تعلیم کے لیے ایک یا ڈیڑھ فیصد ہے اور سودی قرضوں کا سود ادا کرنے کے لیے ساٹھ ستر فیصد حصہ ہے۔ظاہر ہے جب اس سودی دھندے میں مبتلا ہوئے تو تعلیم، صحت اور مفید ترقیاتی کاموں کے اہم ترین گوشہ کے لیے دولت نہیں بچتی اور یہی چیز اجتماعی بربادی کا باعث بنتی ہے۔

10۔اجتماعی غلامی: 1988ء سے ہم نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے بڑے بڑے قرضے سود کی بنیاد پر لینا شروع کیے۔آج ہم مقروض ہونے کی وجہ سے اس قدر غلام ہیں کہ ہمارے ہاں پیدا ہونے والا ہر بچہ (2015ء کی رپورٹ) ایک لاکھ روپے سے زیادہ کا مقروض ہے اور ہم غلام ابن غلام بن کر جی رہے ہیں۔یہ خباثتیں ہماری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔

سوالات اور اشکالات

اکثر و بیشتر جب سود کے خاتمے کی بات ہوتی ہے، انسداد سود کی بات ہوتی ہے تو بہت سارے سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔اس حوالے سے پندرہ سوال میرے سامنے ہیں جن کا جواب میں دینا چاہوں گا۔

سوال 1: سود کی تعریف کیا ہے؟ سود کی تعریف تو ہمیں ملتی ہی نہیں۔اس کے ساتھ ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ کیا بینک انٹرسٹ وہ ربا ہے جس کو قرآن نے اور دین نے حرام قرار دیا ہے؟

جواب: سورۃ البقرۃ کی آیت 279 میں حکم آیا کہ:

''اور اگر تم توبہ کرلو تو پھر اصل اموال تمہارے ہی ہیں۔''

یعنی اضافی ایک روپیہ بھی نہیں لے سکتے۔

اسی سے فقہاء نے یہ تعریف بیان کی کہ قرض پر کسی بھی قسم کا اضافہ سود ہے۔چنانچہ ایک روایت جو کہ حدیث کے طور پر پیش کی جاتی ہے بعض محدثین کا قول ہے کہ یہ قول صحابی ہے اور اس کی بنیاد پر اصولی تعریف بھی فقہاء نے بیان فرمائی کہ:

((كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا))

''ہر قرض جو فائدہ کھینچے وہ ربا ہے۔''

قرض پر کوئی بھی اضافہ ربا ہے۔قرآن کی آیت بھی واضح ہے اور یہ قول رسول ﷺ یا قول صحابیؓ بھی واضح ہے۔جہاں تک بینک انٹرسٹ کا معاملہ ہے تو بینک انٹرسٹ بھی ربا ہے اور وہ بھی حرام ہے۔چنانچہ پاکستان میں یہ بحث مکمل ہو چکی ہے۔خواہ مخواہ لوگ اس کو طول دینا چاہتے ہیں۔14 نومبر 1991ء کو پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا کہ بینک انٹرسٹ ربا ہے، حرام ہے، دین نے اس کو منع کیا ہے۔پھر 23 دسمبر 1999ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلٹ بینچ نے بھی یہ فیصلہ دیا کہ ہاں بینک انٹرسٹ ربا ہے۔یعنی بینکوں کا سود بھی ربا ہے۔

سوال 2: سود کی حرمت کا اطلاق فقراء و مساکین کے لیے ہے نہ کہ تجارتی قرضوں کے لیے؟

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ جب قرآن حکیم نے ربا سے منع فرمایا تو یہ تخصیص نہیں کی کہ فلاں قرض جو فقراء اور مساکین کا ہوگا اس پر تو ربا کی ممانعت ہے اور باقی قرضوں پر ربا کی ممانعت نہیں۔یہ تقسیم قرآن نے نہیں کی۔دوسری بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں فقط ایسا نہیں تھا کہ لوگ اپنی ذاتی ضروریات کے لیے قرض لیتے تھے بلکہ اس دور میں بھی تجارتی قرضوں کا استعمال ہوتا تھا۔

سوال 3: دوگنا چوگنا ربا منع ہے جبکہ مناسب ربا ٹھیک ہے۔

جواب: اصل میں یہ عذر سورۃ آل عمران کی آیت 130 کی غلط تشریح کر کے تراشا جاتا ہے جہاں کہا گیا کہ بڑھتا چڑھتا سود نہ کھاؤ۔جبکہ شریعت کے احکامات تدریجاً آئے ہیں اور جب سورۃ البقرۃ کی آیات کا نزول ہوا تو فرمایا کہ جو کچھ ربا میں سے رہ گیا اس کو چھوڑ دو۔یعنی کمپاؤنڈ انٹرسٹ اور سمپل انٹرسٹ بھی منع کر دیا گیا۔

سوال 4: بینک کا کام ربا نہیں بلکہ بیع (تجارت) کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ بینک تجارت کر رہے ہیں؟

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ بینک قرض کا معاملہ کر رہے ہیں اور دوسری بات جو لوگ بینکنگ کے شعبہ سے وابستہ ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر ملک کا ایک مرکزی بینک ہوتا ہے جیسا کہ پاکستان میں سٹیٹ بینک ہے۔باقی سارے شیڈول بینک ہیں اور وہ فنانشل انسٹیٹیوشن کے طور پر کام کر رہے ہیں۔یہ تجارت کر ہی نہیں سکتے، یہ تو صرف لینڈنگ بزنس کر سکتے ہیں۔یعنی قرض اور کریڈٹ ٹرانزکشن

کے ذریعے اپنے معاملات چلا سکتے ہیں۔ تجارت تو ان کے دائرہ کار میں ہی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ بینک چونکہ تجارت کر رہے ہیں اس لیے ان کا کام ربا کے زمرے میں نہیں آتا۔

سوال 5: اللہ بھی فرماتا ہے مجھے قرض دو میں بڑھا کر دوں گا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ﴾ (الحدید: 11) ''کون ہے جو اللہ کو قرض دے قرضِ حسنہ؟ کہ وہ اس کے لیے اسے بڑھاتا رہے۔'' لوگ کہتے ہیں اللہ بھی تو قرض مانگتا ہے، اللہ کہتا ہے بڑھا کر دوں گا؟

جواب: اناللہ وانا الیہ راجعون! بندے جب ایک دوسرے سے قرض مانگتے ہیں تو بندے محتاج ہوتے ہیں۔ کیا اللہ بھی محتاج ہے؟ اللہ نے جو بندوں سے قرض کا ذکر کیا وہ بندوں کی حوصلہ افزائی کے لیے کیا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اللہ بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے گا اور یہ آخرت کا بیان ہے۔ اللہ جب کسی کو بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے گا تو کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا لیکن جب بندہ سود پر کسی کو قرض دیتا ہے تو اس سے سود لیتا ہے تو وہ ظلم کرتا ہے، حق تلفی کرتا ہے۔ بہرحال

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

سوال 6: سود کے خاتمے کے لیے ریاستی مشینری کا استعمال نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔

جواب: اناللہ وانا الیہ راجعون! قرآن سورۃ الحج کی آیت 41 میں کہتا ہے کہ جن کو اختیار اور اقتدار عطا ہوگا وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام بھی قائم کریں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی ادا کریں گے۔ یعنی جن کے پاس اختیار ہے وہ بدی کو مٹانے کے لیے اختیار بھی استعمال کریں گے۔ حجۃ الوداع کا موقع تھا، اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اس کے حکمران بھی تھے اور آپ ﷺ نے خود اعلان فرمایا کہ میں سب سے پہلے اپنے خاندان میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سود کو ختم کرتا ہوں۔ معلوم ہوا اس زمانے میں تجارتی معاملہ بھی ہوتا تھا۔ حضرت عثمان، عباس، خالد بن ولید، عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم تجارتی قرض کے معاملات کیا کرتے تھے۔ اس حوالے سے اب چونکہ حتمی ممانعت آ گئی تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ پہلے میں اپنے گھرانے کا سود معاف کرتا ہوں۔ یہ آپ ﷺ نے حکمران کی حیثیت میں اعلان فرمایا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ریاستی مشینری کا استعمال کیا جانا غلط ہے، یہ بات غلط ہے۔ ریاستی مشینری کو استعمال بھی کیا جائے گا اور یہ حکمرانوں کی ذمہ داری بھی بنتی ہے۔

سوال 7: نبی کریم ﷺ اور ہمارے زمانے کے سود میں فرق ہے، اس زمانے میں کاروباری سود نہ تھا؟

جواب: یہ بات تو ویسے ہی غلط ثابت ہوگئی۔ کاروباری سود تھا، تجارتی قرضے دیے اور لیے جاتے تھے جیسے کہ پچھلے سوال کے جواب میں مثال دی گئی۔ یہ کہنا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں اور ہمارے دور میں فرق ہے، عجیب بات ہے۔ اسلام یا ہمارا دین جب کسی بات کو حرام قرار دیتا ہے اور منع کرتا ہے تو اس کی تمام شکلوں کو منع کرتا ہے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانے کی شراب حرام تھی اور آج کی شراب حلال ہو جائے گی۔ اس زمانے کا سور حرام تھا اور آج کا سور کیونکہ بڑے صاف ستھرے ماحول میں پرورش پاتا ہے تو وہ حلال ہو جائے گا۔ اس زمانے کی فحاشی کے اسباب منع تھے آج حلال ہو جائیں گے؟ نہیں، فحاشی وہاں بھی منع ہے، یہاں بھی منع ہے، سود وہاں بھی منع ہے، یہاں بھی منع ہے۔ شراب وہاں بھی منع، یہاں بھی منع ہے۔ چاہے وہ جس قسم کی شراب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا تو حرام ہے۔

سوال 8: باہمی رضامندی ہو تو منع نہیں ہوگا۔

جواب: یہ بھی عجیب منطق پیش کی جاتی ہے کہ ایک دینے کو تیار، ایک لینے کو تیار تو پھر تو منع نہیں ہونا چاہیے۔ اگر دو افراد زنا کرنے پر تیار ہو جائیں تو کیا زنا حلال ہو جائے گا؟ استغفراللہ۔ اللہ کا حرام کردہ حلال نہیں ہو سکتا چاہے دو کیا پوری دنیا راضی ہو جائے تب بھی نہیں ہو سکتا۔ سود حرام ہے افراد کی باہمی رضامندی سے وہ حلال نہیں ہو سکتا۔

سوال 9: سود لینا منع ہے دینا منع نہیں ہے۔

جواب: یہ بات بھی ایک بڑے دانشور حضرت نے کہہ دی۔ عجیب بات ہے کہ کوئی لے گا کب جب کوئی دے رہا ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا: سود کو چھوڑ دو ورنہ اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس میں اللہ نے کوئی ایسی تقسیم نہیں کی۔ بہرحال ربا منع ہے چاہے لینا ہو یا دینا ہو۔

سوال 10: سود کا خاتمہ کر دیں تو نظام کیسے چلے گا؟ انارکی پھیلے گی۔

جواب: کیا عجیب سوال ہے کہ اللہ کا حکم مانیں گے تو انارکی پھیلے گی یا اللہ کا حکم نافذ کریں گے تو نظام کیسے چلے گا؟ اناللہ وانا الیہ راجعون! کیا اللہ کو پتا نہیں؟ اللہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں پیدا کیا میں خوب جانتا ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط﴾ (الملک: 14) ''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟''

اللہ کو خوب معلوم ہے کیا ہمارے نفع کے لیے ہے اور کیا ہمارے نقصان کے لیے ہے۔ اللہ نے ان تمام باتوں سے روکا جو ہمارے لیے نقصان دہ ہیں۔ مشرکین مکہ نے ایک سوال کھڑا کیا کہ اگر ہم توحید کے عقیدے پر آ جائیں، ایک اللہ کی عبادت پر آ جائیں، باقی 360 بتوں کو چھوڑ دیں تو ہماری معیشت کا بھٹہ بیٹھ جائے گا کیونکہ یہی بت تو ہماری آمدن کا بڑا ذریعہ ہیں۔ قرآن حکیم بڑا پیارا جواب دیتا ہے۔ سورۃ القصص میں اللہ فرماتے ہیں کہ جب تین سو ساٹھ بتوں کی گندگی کی پوجا پاٹ تم نے کی، اللہ کے گھر کو بتوں سے بھر دیا، تب بھی اللہ کھلا رہا تھا، پلا رہا تھا، تجارت چل رہی تھی تو جب ایک اللہ کی عبادت پر آ جاؤ گے تو کیا اللہ تمہیں بھوکا مار دے گا؟ ذرا سوچیں! ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ شرک کرتے رہے، کفر کرتے رہے، اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف بغاوت اور جنگ کرتے رہے تب بھی کھانے پینے کو ملتا رہا۔ جب اللہ کی اطاعت پر آ جائیں گے تو کیا اللہ ہمیں بھوکا مار دے گا؟

سوال 11: سود کا متبادل کیا ہے؟ علماء اس کا متبادل پیش کریں۔

جواب: یہ بڑا دلچسپ سوال ہے اور بظاہر بڑا وزنی نظر آتا ہے۔ کوئی کل کہے گا شراب کا متبادل بتا دو۔ کیا مطلب؟ اگر قتل منع ہے تو قتل کا متبادل بتا دو۔ زنا حرام ہے تو اس کا متبادل لایا جائے گا؟ جو چیز حرام ہے وہ ختم ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے معیشت کے معاملات کو چلانے کے لیے کیا تعلیم دی ہے؟ اس حوالے سے باتیں بہت واضح ہیں۔ اگر وفاقی شرعی عدالت نے 1991ء میں فیصلہ دیا۔ سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بینچ نے 1999ء

میں فیصلہ دیا تو سینکڑوں علماء، بینکرز، تاجر حضرات، ماہرین معاشیات سب پیش ہوئے ہیں۔ سب نے اپنے دلائل پیش کیے، تجاویز پیش کی ہیں۔ برسوں سے یہ کام پاکستان میں ہوتا رہا ہے۔ سادہ سی بات ہے کہ نظریاتی طور پر کام موجود ہے، علماء نے بھی پیش کیا ہے۔ بینکرز، تاجر وغیرہ سب نے اپنی باتیں پیش کی ہیں اور وہ دفتر کے دفتر بھرے ہوئے رکھے ہوئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کی نیت ٹھیک ہو جائے تو بات صحیح ہو جائے گی۔ ان شاءاللہ! اسلام اصولی بات کہتا ہے کہ نفع نقصان کی بنیاد پر معاملات کو چلاؤ۔ یعنی equity basis پر آنا ہوگا۔ لینڈنگ بیسز کو چھوڑنا ہوگا۔ یعنی نفع نقصان کی بنیاد پر، شراکت کی بنیاد پر معاملہ کیا جائے۔ اسلام نے ہمیں اس کی گنجائش عطا فرمائی ہے۔

سوال 12: افراط زر کی وجہ سے روپے کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ ہم آج کسی کو سو روپیہ دے دیں تو دو سال بعد واپس لیں گے تو روپے کی قدر کم ہو جائے گی۔

جواب: ماہرین معاشیات نے یہی بتایا ہے کہ روپے کی قدر کم ہونے کی بنیادی وجہ ہی سود ہے۔ انفلیشن وغیرہ کے معاملات بھی ہیں لیکن بنیادی وجہ سود ہے۔ سود کو ختم کر دیں تو devaluation of the money کا مسئلہ کم ہو جائے گا۔ ہم اس کے برعکس یہ بھی کہتے ہیں کہ فرض کریں آج آپ نے کسی کو سو روپیہ دیا اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے ایک سو دس واپس کرے کیونکہ روپے کی قدر کم ہو جائے گی لیکن اگر کسی وجہ سے روپے کی قدر بڑھ جائے تو کیا آپ نوے واپس لینا پسند کریں گے؟ اس سوال پر نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سب سودخوری کے بہانے ہیں کہ قدر کم ہو جائے گی وغیرہ۔ سادہ حل یہی ہے کہ ہم کسی جنس (سونے اور چاندی) کے ساتھ قرض کے معاملات کو relate کر دیں۔ لیکن یہ کہنا کہ جناب ہمارے روپے کی قدر کم ہوتی ہے اس لیے ہم زیادہ پیسہ واپس لیں گے تو وہ سود ہی ہوگا، اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

سوال 13: بیواؤں، یتیموں اور بوڑھوں کا کیا ہوگا؟

جواب: ہم تو ایسی بیواؤں کو جانتے ہیں جو ہمارے دوستوں کی مائیں ہیں اور انہوں نے ہاتھ نہیں پھیلایا، سلائی کڑھائی کی، کھانے بنا کر فروخت کیے۔ بچوں کو پڑھایا۔ آج ان کے بچے جوان ہیں، کما رہے ہیں۔ حیرت انگیز بات دیکھیے کہ یہ سوال ہمیشہ سرمایہ دار کرتا ہے کہ بوڑھوں اور بیواؤں کا کیا ہوگا؟ معلوم ہوا کہ وہ ان بے چاروں کا نام لے کر اپنے لیے راستہ نکالتا ہے۔ بوڑھے یا بوڑھی کا اگر کوئی کفالت کرنے والا نہیں ہوگا تو شریعت جان بچانے کے لیے حرام سے بھی استفادے کی اجازت دیتی ہے۔ وہ اس کے لیے مسئلہ ہے۔ لیکن اگر بوڑھے اور بوڑھی کے کندھے کو استعمال کر کے سرمایہ دار چاہے کہ اس کے لیے حرام کو حلال کر دیا جائے تو اس کی قطعاً گنجائش نہیں نکلتی۔

سوال 14: اگر ہم پاکستان میں سود کا خاتمہ کر دیں گے تو کیا غیر مسلموں پر بھی اس کا اطلاق ہوگا۔

جواب: اگر غیر مسلم چوری کرے تو اس پر بھی چوری کی سزا کا اطلاق ہوگا؟ یا اگر غیر مسلم کسی کو قتل کر دے تو اس پر قتل کی سزا کا اطلاق ہوگا؟ ظاہر ہے بالکل ہوگا۔ کیونکہ اجتماعی سطح پر لاء آف دی لینڈ کو فالو کرنا پڑے گا۔ جب نظام سود سے پاک بنایا جائے گا تو اس کا اطلاق ہر شہری پر ہوگا۔

سوال 15: غیر ملکی قرضوں کا کیا ہوگا؟

جواب: ان سے بات کی جائے گی کہ ہم آپ کو اتنا سود ادا کر چکے ہیں اب اور کتنا ادا کریں۔ ہماری قوم مقروض کیا غلام ابن غلام ہو چکی۔ لاطینی امریکہ کے کچھ ممالک نے Debt Equity Swap کے اصول کے تحت کہا کہ آپ ہمارے ملک میں سرمایہ کاری کریں، یہاں سے کچھ کمائیں اور اپنے فنڈز واپس لے جائیں۔ یہ بات بھی ہو سکتی ہے۔ مگر اللہ پر اعتماد کر کے جب اس کے حکم کو نافذ کریں گے تو وہ جرأت ایمانی بھی ہمارے ساتھ ہوگی اور ہم کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں گے۔

ہمارے کرنے کا اصل کام

اس حوالے سے کچھ ہمارے کرنے کے کام ہیں اور کچھ ہمارے حکمرانوں کے کرنے کے کام ہیں۔ ہمارے کرنے کے کام یہ ہیں کہ:

1۔ پکا ارادہ کر لیں کہ ہم نے سود سے اجتناب کرنا ہے، سودی معاملات میں مبتلا ہونے سے بھی بچنا ہے اور کہیں شبہ بھی آئے، حدیث کے مطابق جہاں شبہ آئے وہ بھی چھوڑ دو اور سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ ربا کو چھوڑو اور جس چیز میں ربا کا شک ہو اس کو بھی چھوڑ دو۔

2۔ اس معاشرے میں ہم جی تو رہے ہیں لہٰذا اس میں سود کا جو 'غبار' ہمارے اندر جا رہا ہے اس کا کفارہ دینا ہوگا۔ وہ کفارہ یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کی جائے۔ یہ باتیں دوسروں تک بھی پہنچائیں تاکہ لوگوں کو خیال ہو اور لوگ سود کے معاملات میں مبتلا ہونے سے اپنے آپ کو بچائیں اور اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے اجتماعی جدوجہد کریں۔

حکمرانوں کے کرنے کے کام

1۔ نیک نیتی: نیت اگر ٹھیک ہوگی تو منزل آسان ہو جائے گی۔ پاکستان میں سارے علمی مباحث ہو چکے ہیں صرف نیک نیتی سے عمل کرنا باقی ہے۔

2۔ حکمران اپنی آئینی ذمہ داری کو پورا کریں۔ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل F-38 کے تحت حکمرانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ملک سے سود کے خاتمے کی کوشش کریں۔ میاں نواز شریف جن کو تیسری مرتبہ اقتدار کا موقع ملا انہوں نے اپنے والد صاحب کی موجودگی میں حرم پاک میں ہمارے استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ جب بھی ہمیں دوبارہ اقتدار ملا ہم شریعت کو نافذ کریں گے۔ پھر 2013ء میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر انہوں نے یہی وعدہ کیا تھا کہ ہم سود کا خاتمہ کریں گے۔ اللہ ان کو توفیق دے تاکہ 20 کروڑ عوام کو ظلم سے نجات مل پائے اور لوگوں پر اللہ کا حکم نافذ ہو جائے۔ سب آپ کے لیے دعا کریں گے، آپ کے والد کی مغفرت کے لیے دعا کریں گے، آپ اپنے والد کے لیے صدقہ جاریہ بنیں۔ آپ ہی حکمران بنو لیکن شریعت کو نافذ کرو۔ حکمرانوں سے ہماری گزارش ہے کہ اس سود کی شناعت اور حرمت کو بیان کرنے کے لیے ذرائع ابلاغ کو استعمال کریں۔ مزید برآں بینکنگ کے اس سارے نظام کو Equity based پر لے کر آئیں۔ سادہ سی بات شراکت کی بنیاد پر اور نفع و نقصان کی بنیاد پر اس کو لے کر آئیں۔ بہر حال ؎

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے، پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ہم نے انسداد سود مہم کا آغاز کر دیا ہے۔ ان شاءاللہ۔ اس کا تسلسل جاری رہے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے تاکہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ سے باز آئیں اور اللہ کی رحمتیں ہمارے اوپر برسیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت و توفیق عطا فرمائے کہ ہم ہر نافرمانی سے بچیں اور سود جیسے گناہ سے ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر باز آئیں۔

مسلمانوں کے تمام دشمنوں کا اصل ٹارگٹ مسلمانوں کی مرکزیت (خلافت) کو ختم کرنا تھا جس میں وہ کامیاب ہو گئے لہٰذا ہماری بقاء اسی میں ہے کہ ہم اس مرکزیت کو دوبارہ قائم کریں: ایوب بیگ مرزا

مسلمانوں نے سائنس میں ترقی نہیں کی جس کی وجہ سے وہ پسماندگی کا شکار ہوئے اور خلافت ان کے ہاتھ سے نکل گئی: انجینئر مختار حسین فاروقی

یہود نے منصوبہ بندی کے تحت پہلے خلافت عثمانیہ کو ختم کیا، پھر اسرائیل کی بنیاد رکھی اور اب وہ گریٹر اسرائیل کی طرف بڑھ رہے ہیں: رضاء الحق

سقوط خلافت عثمانیہ: 100 سال کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: سقوط خلافت میں مسلمانوں کی سادگی کا کس حد تک قصور ہے؟

مختار حسین فاروقی: اصل میں خلافت کا خاتمہ ایک لمبی اسلام دشمن تحریک اور غیر مسلموں بالخصوص یہود کی سازش کے نتیجے میں ہوا۔ مسلمانوں کے ابتدائی دور میں کچھ سائنسی ترقی ہوئی تھی لیکن یہود بھی سوئے نہیں تھے بلکہ وہ ہماری دشمنی میں آگے بڑھتے رہے۔ یہود کے اپنے مقاصد تھے۔ انہوں نے اس سے قبل 1092ء میں بھی بیت المقدس مسلمانوں سے چھین لیا تھا۔ اس کے بعد ان کا منصوبہ تھا کہ مسلمانوں کی بغداد کی عالمی حکومت کو بھی ختم کر دیا جائے لیکن اللہ نے ایسا انتظام کیا کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے ذریعے 1190ء میں بیت المقدس مسلمانوں کو واپس دلوا دیا۔ اس سے ان کا منصوبہ فیل ہو گیا۔ اگرچہ اس کے دوسرے حصے پر انہوں نے عمل درآمد کروایا کہ منگولوں کو دعوت دی اور ان کو لاجسٹک سپورٹ کا وعدہ کیا جس کے نتیجے میں ہلاکو خان 1258ء میں آیا اور اس نے بغداد کو نیست و نابود کر کے آخری عباسی خلیفہ کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف سپین میں مسلمانوں کی حکومت شان سے کھڑی تھی جو 1492ء تک رہی۔ سپین کے مسلم دور حکومت میں بھی بہت ساری سائنسی ترقی ہوئی جس سے سیکھ کر یہود نے 1492ء تک کافی طاقت حاصل کر لی تھی۔ پھر انہوں نے مغرب کو اپنے پنجے میں لے کر مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا اور مسلمانوں کو 1492ء کے بعد کسی طرح بھی سائنس کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا گیا۔ ان کو خانہ جنگی وغیرہ جیسے کاموں میں الجھائے رکھا گیا۔ چنانچہ سقوط خلافت سے چار پانچ صدیاں پہلے مسلمانوں نے سائنس میں کوئی ترقی نہیں کی۔ جو حضرت امیر معاویہ ؓ نے نیوی بنائی تھی وہ بھی کمزور ہو گئی۔ ہندوستان کی زمین پر مغلوں کی حکومت تھی لیکن سمندر پر انگریز کی حکومت تھی اور یہودی انگریز پر غالب تھے۔ زمینی سفر خطرناک تھے اس لیے یہاں کے حکمران حج کو بھی نہیں جاتے تھے اور نگ زیب جیسا حکمران حج نہیں کر سکا۔ 1215ء میں یہود نے اپنے لیے زندہ رہنے کا حق بقائے باہمی کی بنیاد پر میگنا کارٹا کی صورت میں برطانوی حکومت سے منظور کرالیا جس کے بعد ان کو تحفظ مل گیا۔ اس کے بعد سائنسی ترقی ہوئی۔ پھر یہودیوں نے محسوس کیا کہ یورپ کی ترقی میں بھی ہمارے لیے خطرہ ہے اس لیے انہوں نے مہم چلا کر پروٹسٹنٹ کے نام پر عیسائی میں ایک فرقہ پیدا کر لیا جو کہ صرف نام کے عیسائی ہیں، حلال وحرام میں بھی کوئی تمیز نہیں کرتے۔ 1605ء میں انہوں نے بینک آف انگلینڈ قائم کر کے سود کو حلال قرار دے دیا۔ اس سے پہلے پیپر کرنسی آ چکی تھی۔ ہننگٹن اپنی کتاب ''تہذیبوں کا تصادم'' میں لکھتا ہے کہ 1750ء تک وہ تمام علاقے جن پر مسلمانوں کی حکومت نہیں تھی مغرب کے قبضے میں آ چکے تھے۔ یعنی صرف وہ علاقے جو سلطنت عثمانیہ میں تھے یا جن پر صفوی اور مغل حکمران تھے وہ مسلمانوں کے پاس تھے باقی سارے علاقے اور سمندروں پر مغرب کا قبضہ ہو چکا تھا جس کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ کو گھیرنے میں ان کو بہت آسانی ہوئی۔ اس وقت مسلمان باقی دنیا سے رابطہ نہیں رکھتے تھے، نہ سائنسی ترقی تھی جبکہ دشمن نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ پھر 1800ء سے دو دہائیاں قبل روس نے مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا اور کاشغر سے جارجیا تک سارے علاقے انہوں نے فتح کر لیے اور باقی علاقے جنگ عظیم اوّل میں شکست کے بعد مغرب کے پاس چلے گئے۔ اس میں مسلمانوں کی کوتاہیاں تھیں جنہوں نے خارجی اور داخلی حالات میں ان کو کمزور کیا۔ سائنس میں ترقی نہیں کی، لوگوں کو ساتھ نہیں ملایا جس کی وجہ سے جب دشمن نے حملہ کیا تو وہ شکست کا شکار ہوئے اور خلافت ان کے ہاتھوں سے نکل گئی۔

ایوب بیگ مرزا: علامہ اقبالؒ نے اپنے ایک شعر میں جیسے پوری داستان بیان کر دی ہے ؎

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ

مسلمانوں کی نااہلی، عاقبت نااندیشی، کمزوریاں، ان کا عیش وعشرت میں پڑ جانا، ان کی محلاتی سازشیں، مسلمانوں کا دشمن کی کارگزاریوں پر نظر نہ رکھنا، دوست دشمن میں پہچان نہ کر سکنا، ان تمام کوتاہیوں کو اقبالؒ نے سادگی قرار دیا ہے۔ یعنی اس وقت کے حالات کا ادراک نہ کرنا ہی سادگی ہے۔ وہ یہ سمجھ نہ سکے کہ دشمن ہمارے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ علامہ اس سادگی میں حکمرانوں کے ساتھ ساتھ عوام کو بھی شامل کر رہے ہیں اور یقیناً عوام سادگی کا شکار ہوئے ہیں۔ عوام اس وقت کے ذرائع ابلاغ اور مغربی پروپیگنڈا کی سازش کو سمجھ نہ سکے۔ خلافت کا نظام کئی صدیاں قائم رہا اور اس نے یورپ بالخصوص مشرقی یورپ میں اپنی جگہ اس طرح بنالی کہ وہاں کے لوگ اسلام کے فطری نظام

سے متاثر ہو کر مسلمان ہونے لگے۔ البانیہ اور کوسوو جیسے مسلم ممالک آج بھی یورپ میں موجود ہیں یہ اسی دور میں مسلمان ہوئے۔ لیکن یہ مسلمانوں کی سادگی ہی تھی کہ وہ اسلام کے اس فطری نظام کے مقابلے میں اب مغربی پروپیگنڈا کے زیرِ اثر جمہوریت، سیکولر آئین اور نیشنلزم کی آواز اٹھانے لگے۔ حالانکہ خلافت کے فطری نظام نے ہی انہیں یورپ پر بھی غالب کیا تھا لیکن مسلمان اپنی نادانی اور سادگی کی بناء پر مغربی پروپیگنڈے کی رو میں بہہ کر خود ہی مغرب اور یہود کے پنجہ استحصال کے شکار ہو گئے اور اس طرح خلافت کے ساتھ ساتھ ہی ان کی طاقت اور غلبہ بھی ختم ہو گیا۔

سوال: نظام خلافت کے انہدام میں غیروں کی سازشوں کا کتنا قصور تھا؟

رضاء الحق: اسلام کا سیاسی نظام روزِ اوّل سے ہی اسلام دشمن قوتوں خصوصاً یہود اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کو کسی صورت قابل قبول نہیں تھا۔ ہنٹنگٹن نے ''تہذیبوں کا تصادم'' 1997ء میں لکھی اور نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح بش سینئر نے 1990ء کی دہائی میں استعمال کرنا شروع کی لیکن اصل میں یہ اپنی ابتدائی شکل میں بہت پہلے ہی موجود تھا۔ تھیوڈر ہرزل نے عالمی صیہونی تنظیم کی بنیاد رکھی اور 1896ء میں یہودی پروٹوکولز طے ہوئے۔ اگلے سال عالمی صیہونی کانفرنس بلائی گئی جس کے بعد نیو ورلڈ آڈر دنیا پر نافذ کرنے کی تیاری کر لی گئی۔ تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ جو کچھ انہوں نے پروٹوکولز میں طے کیا تھا اس کے بعد ہو بہو اسی طرح اب تک عمل ہو رہا ہے۔ صہیونی تنظیم کا ایک شخص البرٹ پائیک تھا جس نے 1860ء میں ہی یہ کہہ دیا تھا کہ ہم عنقریب ایک عالمی جنگ عظیم چاہ رہے ہیں جس کے مقاصد یہ ہوں گے:

1۔ خلافت عثمانیہ کو ختم کرنا۔

2۔ یہود کو ارضِ مقدس میں آباد کرنے کے لیے باقاعدہ اعلان جاری کروانا جو بعد میں بالفور ڈیکلیریشن کی صورت میں سامنے آیا۔ برطانوی فوج کے جنرل ایلن بی نے تسلیم کیا کہ فلسطین پر برطانوی قبضہ ہوتے ہی یہودی آ کر آباد ہونا شروع ہو گئے تھے۔

3۔ خلافت عثمانیہ کے زیر کنٹرول جتنے علاقے ہیں ان کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنا۔

4۔ مستقبل میں مزید عالمی جنگیں شروع کروانا۔

یعنی اس صہیونی نے اگلے سو سال کا روڈ میپ دے دیا تھا۔ اسی طرح آرتھر پونسن بی نے 1928ء میں ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا:

"Falsehood in War-Time, An assortment of lise Circulated Throughout the Nations During the Great War."

اس کتاب میں اس نے انکشافات کیے کہ جنگ عظیم اوّل میں اتحادی افواج (برطانیہ، فرانس اور روس) کی طرف سے جو پروپیگنڈا کیا گیا کہ ہم جنگ نہیں چاہتے، ہمارا دشمن جنگ چاہ رہا ہے، وہ devils ہیں، ان کو ختم کرنا ضروری ہے، ہم تو بڑے اعلیٰ مقصد کے لیے جنگ کر رہے ہیں وغیرہ وہ صرف دھوکہ تھا۔ پہلی جنگ عظیم میں آمنے سامنے عیسائی تھے لیکن جنگ کے بعد جغرافیائی

> البرٹ پائیک نے 1860ء میں ہی کہہ دیا تھا کہ ہم آگے ایک عالمی جنگ عظیم چاہ رہے ہیں جس کا پہلا مقصد خلافت عثمانیہ کا خاتمہ اور اسرائیل کا قیام ہوگا۔

تبدیلی صرف مسلم علاقوں میں آئی۔ یعنی جنگ کا سارا ملبہ مسلمانوں پر گرا ہے۔ بالفور ڈیکلیریشن ایک پوری پلاننگ کا حصہ تھا کہ یہودیوں کو فلسطین کے اندر آباد کرنا ہے۔ اس کے لیے ان کے نزدیک سب سے بڑی رکاوٹ خلافت عثمانیہ تھی حالانکہ وہ اپنے آخری دور میں بہت کمزور ہو چکی تھی اور دم توڑ رہی تھی لیکن اس کے باوجود بھی اس کی وجہ سے مسلمانوں کی مرکزیت موجود تھی جس سے دشمن خوفزدہ تھے۔ انہوں نے خلافت عثمانیہ کو جنگ میں گھسیٹنے کے لیے باقاعدہ روس کا استعمال کیا۔ 1906ء میں برطانیہ نے روس کے ساتھ ڈیل کی کہ تم ہمارے ساتھ مل کر خلافت عثمانیہ اور جرمنی سے لڑو۔ اگر تم ہمارے ساتھ ملتے ہو تو پھر آیا صوفیہ ہم تمہارے حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ روس ان کے ساتھ مل گیا کیونکہ وہاں آرتھوڈاکس عیسائیوں کی حکومت تھی۔ وہاں ابھی بالشویک ریوولوشن نہیں آیا تھا۔ چونکہ خلافت عثمانیہ کی یونان اور روس کے ساتھ بہت پرانی جنگ چلی آ رہی تھی اس لیے سلطنت عثمانیہ کی مجبوری بن گئی کہ وہ دوسرے فریق یعنی جرمنی کے ساتھ مل جائیں۔ سلطنت ایک طرف محلاتی سازشوں میں گھری ہوئی تھی اور دوسری طرف دشمن کے ایجنٹوں نے ینگ ترک موومنٹ بھی شروع کرا رکھی تھی جس کا نعرہ سیکولر نظام تھا۔ وہ کہتے تھے کہ خلافت پرانے زمانے کی باتیں ہیں اس کو ختم کیا جائے۔ اسی موومنٹ میں مصطفیٰ کمال پاشا بھی شامل تھا۔

سوال: خلافت عثمانیہ کے خاتمے میں ترکی کے غداروں اور عرب باغیوں کا کیا رول رہا؟

ایوب بیگ مرزا: سلطنت عثمانیہ 1299ء سے 1924ء تک تقریباً چھ سو سال قائم رہی۔ اس میں سے آخری صدی کو نکال دیجیے تو اس سے پہلے سلطنت عثمانیہ کا مرکز بہت محفوظ تھا۔ یعنی وہ لوگ حکمران تھے جو خلافت، سلطنت اور حکومت کے ساتھ مخلص تھے۔ اس وقت تک باہر کے غدار یا دشمنوں کے لوگ حکومتی عہدوں پر نہیں آ سکتے تھے۔ لیکن آخری صدی میں دشمن کے ایجنٹ عثمانی محل تک رسائی میں کامیاب ہو گئے اور فیصلوں پر اثر انداز ہونے لگے جس کے نتیجہ میں بہت سے ایسے لوگ اعلیٰ عہدوں تک پہنچ گئے جو خلافت اور مسلمانوں سے مخلص نہیں تھے بلکہ وہ صرف بیرونی اشاروں پر کام کر رہے تھے۔ دوسری طرف دشمنوں نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ینگ ترک موومنٹ شروع کروائی جو خلافت کی بجائے جمہوریت، سیکولر آئین اور نیشن سٹیٹ کی حامی تھی۔ ان چیزوں نے خلافت عثمانیہ کو اندرونی طور پر کھوکھلا کر دیا تھا۔ پھر فوج میں اعلیٰ عہدوں پر جو غدار تھے وہ بلا جواز جنگی محاذ کھولتے گئے اور پھر ہتھیار ڈالتے گئے۔ یوں سلطنت عثمانیہ سکڑتی گئی۔ جہاں تک عرب باغیوں کا معاملہ ہے تو اس حوالے سے شریف مکہ اور آل سعود کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے علاقائی اور نسلی بنیادوں پر بغاوت کھڑی کی اور اس کے پیچھے لارنس آف عربیہ اور ہمفرے کی صورت میں دشمن کا ہاتھ واضح ہے۔ انہوں نے عرب نیشنلزم کو ابھارا کہ تم عرب ہو، عرب اسلام کی جنم بھومی ہے، اسلام پر تمہارا حق ہے۔ برطانوی حکومت نے عرب باغیوں کو اسلحہ اور تربیت دی۔ چنانچہ عثمانی سلطنت داخلی غداریوں، بغاوتوں اور بیرونی سازشوں میں گھر کر بالآخر ختم ہو گئی۔

سوال: کیا سرمایہ دارانہ نظام اور جمہوریت کو پروموٹ کرنے کے لیے خلافت کو ختم کرنے کی سازش کی گئی؟

رضاء الحق: میں بہت حد تک اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ کیونکہ سیکولرازم، کیپٹلزم اور مغربی جمہوریت کے پس پردہ صہیونی ہاتھ واضح ہے۔ جب برطانیہ میں

renaissance اور ریفارمیشن کی تحریکیں چلی تھیں تو ان کے ذریعے صیہونیوں نے وہاں مذہب اور ریاست کو علیحدہ کروا دیا تھا۔ جیسے اقبال نے کہا کہ ؎

فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے

اس وقت برطانیہ ہی فرنگ کا امام تھا۔ چنانچہ جب انہوں نے چرچ اور ریاست کو علیحدہ کیا تو بینک آف انگلینڈ بھی بنایا، چرچ آف انگلینڈ بھی بنایا۔ اس کو پھر پھیلانا شروع کر دیا۔ یعنی سیاسی، معاشی اور معاشرتی لیول پر انہوں نے وہی نظام رائج کرنا شروع کر دیا۔ ان کے پاس طاقت موجود تھی اور مزید طاقت حاصل کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے مستقبل کی منصوبہ بندی کر کے پہلے خلافت عثمانیہ کو ختم کیا اور اس کے بعد اسرائیل کی بنیاد رکھی۔ اب وہ گریٹر اسرائیل اور دجالیت کی عالمی حکومت کی طرف بڑھ رہے ہیں لیکن قرآن میں ارشاد ہے:

﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۵۴﴾

(آل عمران) ''اب انہوں نے بھی چالیں چلیں اور اللہ نے بھی چال چلی۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والا ہے۔'' یعنی یہ ساری پلاننگ بالآخر ان کے لیے گریٹر قبرستان کا باعث بننے والی ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال: دور حاضر میں احیائے خلافت کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کے لیے دشمنان اسلام کیا کیا حربے استعمال کر رہے ہیں؟

مختار حسین فاروقی: اس وقت دنیا میں مغرب کا غلبہ ہے اور اس کے پیچھے یہود ہیں۔ مغرب نے 1776ء میں سٹیم انجن ایجاد کر لیا تھا۔ اس کے بعد ریلوے آ گئی، پھر ٹیکنالوجی آ گئی اور دنیا پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ پھر 1890ء کی دہائی تک جب ان کو محسوس ہوا کہ اب مسلمان ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر انہوں نے آپس میں کئی معاہدے کیے اور پروٹوکولز آف دی ایلڈرز آف دی زیون کے مطابق اگلے ایک سو سال کی منصوبہ بندی کی۔ لیکن ان کے اس منصوبے کے ساتھ کئی دوسرے کام بھی ہوئے ہیں۔ مثلاً 1898ء میں ایک معاہدے کے تحت ہانگ کانگ کو 99 سال کے لیے چین سے لے لیا گیا، چین کی بندرگاہ بھی بند کر دی گئی۔ یہ معاہدہ 1997ء میں ختم ہوا ہے اور ہانگ کانگ کو آزادی ملی ہے۔ اسی طریقے سے ایک معاہدہ لوزان طے پایا جس میں سو سال کے لیے ترکی کو باندھ دیا گیا کہ وہ اپنے علاقے میں تیل تلاش نہیں کر سکتا اور نہ بحری تجارتی راستوں پر محصولات لاگو کر سکتا تھا۔ یہ معاہدہ بھی 2023ء میں ختم ہونے والا ہے۔ یعنی یہودی پروٹوکولز میں اگلے سو سال کی جو منصوبہ بندی تھی کہ ہم نے اس عرصہ میں دنیا پر قبضہ کر لینا ہے۔ اس دوران انہوں نے دنیا کی توجہ اپنے منصوبوں سے ہٹانے کے لیے کھیل کود کو رواج دیا، ریڈیو، فلم، ٹی وی، سینما، تھیٹر سمیت ہر چیز کو استعمال کیا۔ اب جدید IT ٹیکنالوجی سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ جیسے موبائل اور خصوصاً اُمت مسلمہ ان مشاغل میں غرق ہے۔ جب خلافت ختم ہوئی ہے تو اتاترک نے نماز اور مساجد وغیرہ پر پابندی لگا دی تھی۔ وہ پابندی 1980ء کی دہائی میں آ کر ختم ہوئی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ دو نسلیں مر جائیں گی تو وہ نظریہ ہی ختم ہو جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ طیب اردگان اور اس طرح کے لوگ اس کو زندہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح باقی مسلمانوں کی اسلام سے وابستگی قائم ہو رہی ہے۔ کیونکہ اللہ کا منصوبہ یہی ہے کہ اسلام دوبارہ غالب ہو کر رہے گا۔ ایک جماعت ایسی رہے گی جو غلبہ اسلام کی جدوجہد کرتی رہے گی۔ لیکن دشمن بھی مسلمانوں کو مشغول اور گمراہ رکھنے کے لیے ہر حربہ استعمال کر رہا ہے۔ خاص طور پر انٹرنیٹ مسلم ممالک میں سب سے زیادہ سستا ہے۔ اب کورونا کی وجہ سے ایک سال ہو گیا ہے کاروبار بند ہیں لیکن مغرب کا انٹرنیٹ کھلا ہے وہ کما رہا ہے۔ اب تعلیم انٹرنیٹ پر ہو گئی اور سارے کام آن لائن ہو رہے ہیں اور ان کو گھر بیٹھے منافع مل رہا ہے۔

سوال: کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ اُمت مسلمہ متحد ہو کر احیائے خلافت کے لیے جدوجہد کرے اور نبی کریم ﷺ کی احادیث کا مصداق بننے کی کوشش کرے؟

مختار حسین فاروقی: بالکل! اب وقت آ گیا ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام غالب ہو گا۔ یہ خدائی منصوبہ ہے۔ کچھ منصوبے انسان بناتا ہے اور کچھ منصوبے انسان کو بنانے والا بناتا ہے۔ حدیث کے مطابق مسلمانوں پر پانچ ادوار آئیں گے۔ ان میں سے ایک غلامی والا دور ہے جس سے ہم نکل رہے ہیں۔ البتہ ابھی اس کے اثرات باقی ہیں اور یقیناً خلافت کا دور آنا ہے کیونکہ یہ اللہ کا منصوبہ ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔ جب سے یہود اپنے سو سالہ منصوبے کو لے کر چل رہے ہیں تو اللہ کا منصوبہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ بہرحال ہو گا وہی جو اللہ چاہے گا۔ اسی دوران ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نظریاتی سطح پر انسانیت کو بیدار کیا۔ ان میں علامہ اقبال، مولانا مودودیؒ اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ جیسے لوگ بھی شامل ہیں۔ مغرب نے ڈارون کے نظریے کے تحت انسان کو حیوان ناطق قرار دے دیا تھا لیکن ان لوگوں نے دنیا کو باور کرایا کہ نہیں انسان اور اس کی پیدائش کا مقصد اس سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔ اس حوالے سے اقبال کی اسرار خودی اور رموز بے خودی انتہائی اہم ہیں۔ یہ ان کی اتنی موثر کتابیں ہیں کہ ان کے استاد پروفیسر نکلسن نے ان کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور علامہ سے ہی پری فیس لکھوایا۔ وہ کتاب دنیا بھر میں پھیلی جس پر امریکی ڈاکٹر ہربرٹ نے تبصرہ لکھا کہ امریکہ میں اب بلیوں اور کتوں پر باتیں ہو رہی ہیں اور میڈیا میں کارٹون دکھائے جاتے ہیں لیکن مشرق میں ایک انسان ایسا ہے جو انسان کی عظمت اور خودی پر بات کر رہا ہے۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی سامنے آئے جنہوں نے اسلام کے نظریے کو پھیلایا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا مودودیؒ، ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے انسانی ذہنوں میں پھر فکر کو تازہ کیا ہے۔ علامہ اقبال نے 1912ء میں نظم لکھی کہ ؎

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

خلافت مانگنے سے نہیں ملتی بلکہ اس کے لیے ہمیں نظریاتی کام کرنا ہے وہ کام آج بھی ضروری ہے۔

سوال: قیام خلافت کے لیے نبی اکرم ﷺ کی احادیث پر ہمیں کس طرح عمل کرنا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: مسلمانوں کے تمام دشمنوں کا اصل ٹارگٹ مسلمانوں کی مرکزیت کو ختم کرنا ہے۔ ہماری بقاء اسی میں ہے کہ ہم اس مرکزیت کو قائم کریں۔ اس کی مثال دیکھیں کہ صیہونی تنظیم کا بانی تھیوڈور ہرزل دو مرتبہ خلیفہ عبدالحمید ثانی کے پاس یہ آفر لے کر آیا کہ آپ ہمیں فلسطین میں یہودیوں کو بسانے کی اجازت دے دیں ہم سلطنت عثمانیہ کے سارے قرضے اُتار دیں گے اور ترقیاتی پروگراموں کے لیے مزید رقم بھی دیں گے۔ یعنی انہوں نے ایک جال پھینکا تھا کہ اگر ہمیں فلسطین میں ایک قدم اندر رکھنے کی اجازت دے دی جائے تو آگے کے کام ہم خود کر لیں گے۔ اس پر عبدالحمید ثانی نے بڑی زبردست شٹ اپ کال دی اور کہا کہ میں فلسطین میں یہودیوں کو آباد ہونے کی کسی صورت اجازت نہیں دے سکتا۔ یہ زمین مسلمانوں نے بڑی قربانیاں دے کر حاصل کی ہے۔ یہ میری ملکیت نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی ملکیت ہے۔ میں

چھری سے اپنے جسم کے ٹکڑے کاٹ کر کسی کو دے سکتا ہوں لیکن میں مسلمانوں کی اس زمین کے ٹکڑے نہیں کر سکتا۔ اس وقت حالانکہ خلافت اس قدر کمزور ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود یہ دشمن کے عزائم میں رکاوٹ تھی کیونکہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی مرکزیت قائم تھی۔

آج ہمیں یہی ذہن، یہی سوچ، یہی فکر رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا سب سے پہلا کام یہی ہو کہ ہم ایک دفعہ پھر اپنے مسلکی، نسلی، علاقائی تعصبات کو ختم کر کے اس مرکزیت کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔ ہم اس بات پر متفق ہوں کہ مسلمانوں نے اسلام دشمنوں کا مقابلہ کرنا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی احادیث کو سامنے رکھ کر جدوجہد کرنی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ نے اس کے لیے کسی سے تو کام لینا ہی ہے۔ لہٰذا ہمارے پاس جنت کمانے کا موقع ہے ہم اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم نبی ﷺ کی جماعت کے ساتھ کھڑے ہونے کی بجائے دشمن کی جماعت میں کھڑے ہوں۔ صرف ایک بات اپنے ذہن میں رکھیں کہ ہم نے اسلام کا جھنڈا بلند کرنا ہے اور نبی اکرم ﷺ کے صحیح غلام اور خادم بن کر اسلام کی سربلندی کے لیے سب کچھ کرنا ہے۔ کسی ایک فقہ کے لیے نہیں بلکہ نظریہ اسلام کے لیے اور اسلام کو بحیثیت نظام نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کرنی ہے۔ اس لیے کہ اسلام کا سیاسی نظام ہی ہے جو دشمن کو جواب دے سکے گا۔ اگر سیاسی نظام آئے گا تو پھر معاشی نظام بھی آجائے گا۔ البتہ ہمیں معاشرتی نظام سیاسی نظام سے پہلے قائم کرنا ہوگا کیونکہ معاشرتی نظام ایک فرد اور خاندان سے شروع ہوتا ہے۔ یعنی معاشرت بدلے گی تو سیاست بھی بدلے گی اور سیاست بدلے گی تو معیشت بھی بدلے گی۔ ہم ان مراحل سے گزرتے ہوئے یہ کام کریں تو پھر ہم میں اتحاد پیدا ہو گا، ہم آہنگی پیدا ہوگی، صرف اسی صورت میں ہم ایک جہت پہ کام کر سکیں گے اور پھر ہم دشمن کو شکست دے سکیں گے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں اور مسلمان آخری اُمت ہیں اس لیے یہ کام مسلمانوں سے ہی لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

❀❀❀

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(17 تا 24 فروری 2021ء)

بدھ (17 فروری 2021ء) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ اسی روز شام کو کراچی کے لیے واپسی ہوئی۔

جمعرات (18 فروری 2021ء) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔

جمعہ (19 فروری 2021ء) کو جامع مسجد شاد مان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا اور دیگر معمول کی مصروفیات رہیں۔

ہفتہ (20 فروری 2021ء) کو ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب کے ساتھ رفقاء سے آن لائن تقریباً 2 گھنٹے ملاقات رہی۔ سورۃ العصر کے حوالے سے گفتگو کی۔ نیز سوال و جواب کا بھی اہتمام ہوا۔ رات کو کراچی میں عامر خان (حلقہ کراچی جنوبی) کے ذریعہ تعلیمی ادارے C.B.M کے طلبہ کے ساتھ ”نوجوانوں کے مسائل“ کے حوالے سے خطاب کیا اور سوالات کے جوابات دیئے۔

پیر، منگل (22، 23 فروری 2021ء) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔ حکومت کے اہم ذمہ داران سے صوبہ سندھ کی یونیورسٹیوں میں قرآن کریم کے نصاب کو رائج کرنے کے حوالے سے ملاقات ہوئی۔ حکومتی ذمہ داران نے اس حوالے سے کوشش کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

بدھ (24 فروری 2021ء) رات کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں مبتدی و ملتزم تربیتی کورسز کے لیے ریکارڈنگ کروائی۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے روزانہ کی بنیاد پر مستقل رابطہ رہا۔

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

”قرآن اکیڈمی 25 آفیسرز کالونی بوسن روڈ (عقب ملتان لاء کالج) ملتان“ میں

28 مارچ تا 03 اپریل 2021ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں: ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

02 تا 04 اپریل 2021ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔ ☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ ☆ شہادت علی الناس و اقامت دین

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء و معاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0331-7045701، 061-6520451

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام (iii)

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسلام کے روحانی معاشی نظام کے چار اصول

اسلام کے روحانی معاشی نظام کے چار اصول ہیں جنہیں اچھی طرح ذہن میں مستحضر کر لینا چاہیے:

(1) انسانی ملکیت کی مطلق نفی:

اسلام کے روحانی معاشی نظام کا سب سے پہلا اور اہم اصول یہ ہے کہ انسان کسی شے کا مالک نہیں ہے‘ حتیٰ کہ وہ خود اپنا اور اپنے وجود کا مالک بھی نہیں ہے۔ اس کے اعضاء ہاتھ پاؤں‘ جسم و جان اور اس کی کل توانائیاں سب اللہ کی ملکیت ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں ان کا امین ہوں۔ یہ سب کچھ اس کے پاس امانت ہے جبکہ ملکیت تو صرف اللہ کی ہے۔ قرآن پاک میں بار بار یہ الفاظ آئے ہیں: ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ اور ﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس سب کا مالک صرف اللہ ہے۔

حاکمیت صرف اللہ کے لیے ہے جبکہ انسان کے لیے خلافت ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے حاکمیت مطلقہ تسلیم کرنا کفر ہے‘ شرک ہے۔ اللہ کی حاکمیتِ مطلقہ کا منطقی نتیجہ انسان کی خلافت کی صورت میں نکلتا ہے۔ بالکل اسی طرح اسلام کے روحانی معاشی نظام میں بھی ملکیتِ مطلقہ اللہ کی ہے اور انسان کی حیثیت امین کی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اسلام کے سیاسی نظام کے حوالے سے یہ تصور تو خاصا عام ہو گیا ہے اور سب کو معلوم ہے کہ اسلام میں حاکمیتِ مطلقہ اللہ کی ہے اور انسان کے لیے خلافت ہے‘ جبکہ اسلام کے معاشی نظام کے حوالے سے یہ پہلو بدقسمتی سے ابھی بہت مخفی ہے کہ حقیقتاً ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے جبکہ انسان کو صرف ملکیتِ مجازی حاصل ہے‘ یعنی انسان کو ان اشیاء میں حق تصرف (صرف استعمال کرنے کا حق) حاصل ہے اور یہ حق تصرف وراثتاً منتقل بھی ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے حقیقتاً ملکیت کا تصور کفر اور شرک ہے۔ مالک صرف اللہ ہے اور انسان زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اس مال کا امین ہوں۔ بقول اقبال ع ”بندۂ مؤمن امیں حق مالک است!

اور بقول شیخ سعدیؒ ؎

ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست
درحقیقت مالک ہر شے خدا ست

اقبال نے اس کی بہت صحیح تعبیر کی ہے ؎

رزقِ خود را از زمیں بردن رواست
ایں متاعِ بندہ و ملک خدا ست

اسی طرح اقبال کا جو شعر میں نے ابتدا میں آپ کو سنایا تھا ؎

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں‘ اللہ کی ہے یہ زمیں!

یعنی کسی کی ملکیت نہیں‘ نہ تمہاری ملکیت نہ بادشاہ کی ملکیت‘ جیسے نہ تمہاری حاکمیت ہے نہ بادشاہ کی اور نہ فردِ واحد کی ---- لہٰذا ملوکیت بھی کفر و شرک ہے اور اجتماعی حاکمیت بھی۔ اسی طرح ملکیت بھی نہ تمہاری ہے نہ قوم کی۔ یعنی قومی ملکیت بھی نہیں ہے‘ ریاست کی ملکیت بھی نہیں ہے‘ ملکیت صرف اور صرف اللہ کی ہے۔

(2) انسان کی کمائی کسب نہیں فضل خداوندی ہے:

روحانی معاشی نظام کا دوسرا اصول ایک بہت اہم ایمانی حقیقت ہے کہ جو کچھ انسان کو اس دنیا میں ملتا ہے وہ اس کی کمائی‘ اس کا کسب نہیں‘ بلکہ اللہ کا فضل ہے۔ گو انسان نے اس کے لیے محنت کی ہے‘ ہل چلایا ہے‘ بیج ڈالا ہے‘ کھیتی کو سینچا ہے‘ فصل کو کاٹا ہے‘ غلہ گھر میں لے کر آیا ہے‘ دُکان میں بیٹھ کر محنت کی ہے‘ کارخانے میں محنت کی ہے‘ الغرض محنت اُس نے کی ہے‘ لیکن ایمان کا تقاضا ہے کہ جو تمہیں ملا ہے اس کو اپنا کسب نہیں بلکہ اللہ کا فضل سمجھو۔ رزق کے لیے قرآن مجید کی اصل اصطلاح ”فضل“ ہے۔ صرف ایک جگہ رزق کے لیے یعنی دُنیاوی معاشی جدوجہد اور کوشش کے لیے کسب کا لفظ آیا ہے‘ ورنہ قرآن میں کسب صرف اعمالِ حسنہ یا اعمالِ سیئہ کے لیے آتا ہے۔ اسلام کے عائلی اور معاشرتی نظام کے ضمن میں ایک آیت آئی تھی: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ﴾ (النساء:32) یہاں کسب سے مراد معاشی کسب نہیں بلکہ نیکی کا کسب ہے۔ اسی طرح: ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ﴾ (البقرۃ:286) میں بھی اعمالِ حسنہ اور اعمالِ سیئہ کے لیے کسب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

معاشی جدوجہد کے لیے قرآنی اصطلاح کسب نہیں فضل ہے اور فضل اسے کہتے ہیں جو بلا استحقاق ملے۔ لہٰذا اللہ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے‘ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اس کے لیے سب سے آسان اور لوگوں کے ذہنوں میں پہلے سے موجود یہ آیت حوالے کے لیے کافی ہے: ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعۃ:10) ”پھر جب تم فارغ ہو جاؤ نماز سے (یعنی نماز ادا کر چکو) تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کو تلاش کرو“۔ اگر انسان اپنی کمائی کو اپنی محنت کا ثمرہ سمجھے گا تو اس پر اپنا حق ملکیت جتائے گا‘ لیکن اگر اسے اللہ کا فضل سمجھے گا تو اس میں تصرف بھی اصل مالک اور عطا کنندہ کی مرضی کے مطابق کرے گا۔

(3) فضل خداوندی میں انسان کا جائز حق بقدر ضرورت ہے:

تیسرا اصول یہ ہے کہ اس فضل خداوندی میں انسان کا جائز حق صرف اس کی ضروریات کے بقدر ہے‘ اور ان بنیادی انسانی ضرورتوں کو بھی بعض احادیث میں معین کر دیا گیا ہے۔ یعنی (ا) انسان کو اگر دو وقت کا کھانا مل گیا ہے۔ (ب) پہننے کے لیے اگر دو جوڑے کپڑوں کے موجود ہیں۔ (ج) سر چھپانے کے لیے اگر ایک چھت موجود ہے۔ (د) اور اپنے کردار‘ اخلاق اور عفت کی حفاظت کے لیے اگر بیوی بھی موجود ہے (اور بیوی کے لیے شوہر موجود ہے) تو انسان کو اس کا بنیادی حق مل

گیا۔ یہ انسان کی کل ضروریاتِ زندگی ہیں جو اس کو اس دنیا کے اندر درکار ہیں۔ مرزا عبدالقادر بیدل کا بڑا پیارا شعر ہے' جو اورنگ زیب عالمگیر کو بہت پسند تھا اور وہ ہر وقت پڑھتے رہتے تھے ؎

حرص قانع نیست بیدل ورنہ در کارِ حیات
آنچہ ما در کار داریم اکثرش درکار نیست!

یعنی یہ تو ہماری حرص ہے جو ہمیں قناعت نہیں کرنے دیتی' ورنہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے جن چیزوں کو اپنے لیے دنیا کی زندگی میں لوازمات اور ضروریات کی فہرست میں شمار کرلیا ہے' ان میں سے اکثر ضروریاتِ زندگی نہیں ہیں۔ بہرحال تیسرا اصول یہ ہے کہ انسان کا اصل حق صرف اس کی ضروریات کی حد تک ہے۔

(4) ضروریات سے زائد دوسروں کا حق ہے:

انسانی ضرورت سے جو کچھ زائد ہے اس کے بارے میں اخلاقی اور روحانی سطح پر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ وہ خواہ قانونی اعتبار سے تمہارا ہے' لیکن حقیقت کے اعتبار سے تمہارا نہیں دوسروں کا حق ہے' جو تمہارے مال میں رکھ کر تمہیں آزمایا جا رہا ہے۔ یہ تمہارے پاس امانت ہے اور اس میں تمہارا امتحان ہے کہ تم یہ امانت دوسروں تک پہنچا کر سبکدوش ہوتے ہو یا اس پر قبضہ غاصبانہ جما کر بیٹھے رہتے ہو اور ''مَالِیْ مَالِیْ'' (میرا مال' میرا مال) کی رٹ لگائے رکھتے ہو۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ پوری حدیث اس طرح ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا:

''بندہ کہتا رہتا ہے کہ میرا مال' میرا مال اور حقیقت یہ ہے کہ اس کو اس مال و دولت میں سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ فی الجملہ تین چیزیں ہیں: ایک وہ چیز جس کو اس نے کھا کر ختم کر دیا' دوسری وہ چیز جس کو اس نے پہن کر بوسیدہ کر دیا اور تیسری وہ چیز جس کو اس نے (خدا کی راہ میں) دیا اور (آخرت کے لیے) ذخیرہ کرلیا۔ ان تینوں کے سوا جو کچھ ہے وہ سب ایسا ہے جس کو وہ لوگوں کے لیے چھوڑ کر (اس دُنیا سے) چلا جانے والا ہے۔''

قرآن حکیم نے بھی واضح الفاظ میں فرمایا کہ یہ جو عفو (زائد مال) تمہارے ساتھ چمٹا ہے یہی نجاست ہے' یہی روح کے لیے سب سے بڑی گندگی ہے' اور یہی تمہارے روحانی ارتقاء کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اسے خرچ کر کے اپنے آپ سے دور کر دو۔ جب حضورﷺ سے پوچھا گیا کہ آخر کہاں تک خرچ کریں' اس کی حد کیا ہے؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلِ الْعَفْوَ ۭ﴾

(البقرۃ:219) ''اور یہ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کتنا خرچ کریں۔ کہہ دیجیے' جو بھی ضرورت سے زائد ہو''۔ یعنی جو بھی ضرورت سے زائد ہے اسے دے ڈالو اور کوئی شے بھی اپنے پاس ضرورت سے زیادہ نہ رکھو۔

اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظامِ معیشت کے مذکورہ بالا چار بنیادی اصول اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے۔

معاشی نظام

اسلام کا روحانی و اخلاقی نظامِ معیشت ایک مکمل معاشی نظام ہے۔ اس میں ملکیت اور قدرِ زائد کا اپنا جداگانہ تصور ہے اور اس قدرِ زائد کا مصرف بھی طے شدہ ہے۔ سب جانتے ہیں کہ نبی اکرمﷺ نے خود اسی اخلاقی نظام کے مطابق زندگی بسر کی ہے۔ چنانچہ یہ بات بہت سے لوگوں کے لیے حیران کن ہوگی کہ نبی اکرمﷺ نے تمام عمر ''زکوٰۃ'' ادا نہیں کی۔ اس لیے کہ زکوٰۃ تو صاحبِ نصاب پر عائد ہوتی ہے جبکہ آپؐ نے کبھی کوئی درہم و دینار اپنے پاس رکھا ہی نہیں کہ زکوٰۃ کی نوبت آتی۔

میں نے ایک صاحب کو ذرا روکھے (crude) انداز میں سمجھایا تھا کہ ایک ہے زکوٰتی دین' کہ آپ حلال ذریعے سے کمائیں' پھر جو جمع ہو گیا اس میں سے صرف زکوٰۃ دے دیں' باقی جو بچ جائے وہ آپ کا ہے' آپ اس کو کھائیں' پئیں' عیش کریں' جمع کریں--- لیکن یہ بات یاد رکھیے کہ اس زکوٰتی دین پر محمد رسول اللہﷺ نے عمل نہیں کیا۔ وہ چونک گئے اور میرا یہ انداز بھی چونکانے کے لیے تھا تاکہ بات سمجھ آ جائے۔ جیسے حضورﷺ پوچھا کرتے تھے: ((اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟)) ''تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟'' حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ مفلس کسے کہتے ہیں' لیکن یہ انداز چونکانے کے لیے ہے تاکہ لوگ غور کریں اور پھر سمجھیں۔ میں نے بھی اس شخص سے کہا کہ محمد رسول اللہﷺ نے اس زکوٰتی دین پر عمل نہیں کیا' اس لیے کہ زکوٰۃ تو تب واجب الادا ہوگی جب کچھ مال جمع ہوگا' جب مال ہی جمع نہیں ہوگا تو زکوٰۃ کہاں فرض ہوگی؟ گویا محمد رسول اللہﷺ نے ساری عمر زکوٰۃ ادا نہیں کی' اسلام کے ایک رکن پر عمل نہیں ہوا' لیکن دوسری طرف ہر دم زکوٰۃ ادا کی ہے۔ وہ زکوٰۃ اور ہے--- میں نے ابتدا میں سورۃ المؤمنون کی ایک آیت تلاوت کی:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴﴾ (المؤمنون)

''وہ جو زکوٰۃ پر مستقل کاربند رہتے ہیں''۔ رسول اللہﷺ اس زکوٰۃ کو ہر دم ادا کرتے تھے اور ضرورت سے زائد مال کبھی اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ آپؐ اس نجاست کو لگنے ہی نہیں دیتے تھے۔ آپ نے وہ واقعہ سنا ہوگا کہ ایک روز نبی اکرمﷺ فجر کی نماز کے بعد بے چین ہو کر اچانک صفوں کو پھلانگتے ہوئے اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ لوگ حیران ہوئے کیونکہ یہ بڑی غیر معمولی بات تھی۔ جب آپؐ واپس آئے تو فرمایا: مجھے اچانک یاد آیا تھا کہ رات کے وقت کہیں سے سونے کی ایک ڈلی آئی تھی' رات گزر گئی اور میں نے وہ تقسیم نہیں کی' بھول گیا۔ اب مجھے خیال آیا تو میں نے فوری طور پر جا کر اسے تقسیم کر دیا۔ نبی مکرمﷺ اپنے رب سے اس کیفیت میں نہیں ملنا چاہتے تھے کہ انہیں اپنے ربّ پر اعتماد نہ ہو۔ مال و دولت اپنے پاس جمع رکھنا اپنے ربّ سے بے اعتمادی ہے۔

یہ اسلام کا روحانی اور اخلاقی نظامِ معیشت ہے اور اسی پر فقراء صحابہ ؓ کاربند تھے۔ ''فقراء صحابہ'' ایک خاص اصطلاح ہے' یعنی وہ صحابہ کرام ؓ جنہوں نے ''اختیاری فقر'' کے نظام کو عملاً اختیار کیا' جن کے سرخیل حضرت ابوذر ؓ تھے۔ بقیہ تمام صحابہؓ (جن کے پاس سرمایہ جمع بھی ہوتا) جو اس فہرست میں نہیں آتے وہ بھی بالقوۃ اسی اصول پر عمل پیرا تھے کہ جب مطالبہ آئے گا سارا مال پیش کر دیں گے۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنا سب کچھ لا کر دے دیا' حالانکہ حضرت ابوبکر ؓ کا شمار فقراء صحابہ میں تو نہیں ہے' لیکن آمادگی ہر وقت تھی کہ یہ امانت ہے جب بھی وقت آئے گا' حاضر کر دیں گے۔ انہوں نے اس مال و دولت کو اپنے دل کے ساتھ چپکایا نہیں تھا۔ چنانچہ محمد رسول اللہﷺ اور فقراء صحابہ کرام ؓ کا بالفعل جبکہ بقیہ صحابہ کرام ؓ کا بالقوہ جو دین تھا وہ درحقیقت ''زکوٰتی دین'' نہیں تھا۔ (جاری ہے)

عورت کی تعلیم: حدود و قیود

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان کا عصری تعلیمی نظام بہت سے المیوں کا شکار ہے۔ گزشتہ 20 سالوں میں نصابی تبدیلیاں مسلسل نوجوان نسل کو نظریاتی اعتبار سے کھوکھلا اور بے جہت کرنے کے درپے رہیں۔ جو کسر باقی تھی شناخت تباہ کرنے کی وہ مخلوط تعلیم کے ذریعے پوری کر دی گئی۔ ہر سطح پر مخلوط تعلیم نے فکر و نظر میں انتشار بونے اور مغرب کی اندھی تقلید میں نسلوں اور خاندانی نظام کو تباہ کرنے کی شاہراہ پر تعلیمی نظام رواں دواں کر دیا ہے۔ برطانیہ سے منسلک او، اے لیول کے نصاب، بھاری بھرکم تعلیمی اخراجات نے والدین پر کمرتوڑ معاشی بوجھ ڈالا۔ دو نتائج نکلے۔ بچوں کی تعلیمی ضروریات یا ماں کی (گھر چھوڑ کر) ملازمت سے پوری ہوں، یا باپ جیسے تیسے رشوت نوعیت کی حرام کمائی سے بچے پڑھائے۔ ایک تنخواہ تو گھر بچے چلانے اور دوسری کمائی ٹیوشن فیس کے لیے ضروری ہوگئی۔ جہاں سے بھی لائی جاسکے! گھر کی لڑکیاں بھی نوکریوں کی تلاش میں سپر اسٹوروں کی سیلز گرل نوعیت کی طرف چل دیں۔ (اس دوران بیوٹی پارلرز اور افزائش حسن کے رنگ برنگے اہتماموں کا خرچ مزید لاحق ہو چکا تھا۔) مذکورہ بالا ضروریات نے خاندانی منصوبہ بندی اور بچے کم کی ترغیب و تحریصی مہمات کی ضرورت ختم کر دی۔ لوگ اخراجات دیکھ کر از خود ڈیڑھ دو بچوں پر اکتفا کرنے لگے۔ اس پوری کہانی میں ''تعلیم'' مرکزی نکتہ ہے!

پریشانی یہ ہے کہ لڑکیوں کو مردانہ وار تعلیم دلانے کا شوق دیندار گھرانوں میں دنیادار گھرانوں سے کچھ کم نہیں۔ تسلسل سے یہ مسائل سامنے آرہے ہیں کہ دینی مزاج رکھنے والی بچیاں والد صاحبان کی جانب سے اعلیٰ تعلیم کے لیے شدید دباؤ کا شکار ہو رہی ہیں۔ ہر باپ گویا اپنی بیٹی کو ڈاکٹر، انجینئر، وکیل بنانا، سی ایس ایس کروانا چاہتا ہے۔ نہایت مردانہ ڈگریاں، اکاؤنٹنگ، فنانس، بزنس ایڈمنسٹریشن نوعیت کی دلوانا چاہتا ہے۔ مخلوط جامعات کی دلدل میں بیٹیاں دھکیل دیں۔ اب وہ جس کشمکش، جذباتی آزمائشوں کا سامنا کریں، ہراسانی ہی کا شکار ہوں (جواب معمولات کا حصہ بن چکی!) مگر اُف تک نہ کریں۔ بس ایک ڈگری ہاتھ آجائے جسے بیک وقت رشتہ مارکیٹ اور جاب مارکیٹ سے کیش کروایا جاسکے۔ یہ ایک بنیادی اینٹ جب ٹیڑھی رکھ دی جاتی ہے تو زندگی کی پوری عمارت ہی پیسا ٹاور (اٹلی کا ٹیڑھا مینار جو عجائباتِ عالم میں شمار ہوتا ہے) نما بن جاتی ہے۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج!

پیش نظر اس وقت دین دار والدین کو متوجہ کرنا ہے، بالخصوص والد کو جنہیں اصلاً اللہ نے قوام بنایا ہے۔ بچوں کی زندگی کے بڑے فیصلے شریعت کی بنیاد پر کرنا، نسلوں کو گمراہی سے بچانا، دوراندیشی سے کام لینا انہی کی ذمہ داری ہے۔ مسئول بھی عند اللہ بدرجۂ اولیٰ وہی ہیں۔ چہار جانب ڈگریوں کے ساتھ نتھی شوشا اور گلیمر شیطان کے وعدوں ہی کی ایک صورت ہے۔ اس نے غیر فطری زندگی کو مزین کر رکھا ہے۔ نظامِ تعلیم ڈگریوں کے حصول میں صرف بے پناہ پیسے کا اتلاف ہی نہیں، عمر کے قیمتی سال بھی ایک کاغذ (ڈگری) کے حصول میں گنوانے کا سامان کر رکھا ہے۔ پہلے جو دو سال میں بی اے، بی ایس سی کر کے بچی فارغ ہوجاتی تھی اب چار سال لگائے گی تو یہ کاغذ ہاتھ آئے گا۔ پہلے سادہ ڈاکٹری ایم بی بی ایس چل جاتی تھی۔ اب چار سال (ایف سی پی ایس) دل دماغ ہوش حواس گم کرنے کا سارا سامان ہسپتالوں کی گھن چکر روٹین میں ہوگیا ہے۔ ہر کس و ناکس اسپیشلائز کرنے کی دیوانگی میں فیسیں بھر بھر کر عمر عزیز کے قیمتی ترین چار پانچ سال اس کی نذر کرے تو ڈاکٹری مانی جائے گی۔ اس پورے منظر نامے میں شادی، گھر آباد کرنا، صاحب اولاد ہونا اور اپنے ہاتھوں اس کی پرورش و پرداخت دیوانے کا خواب بن گیا۔ نہ اُگلے بن پڑے نہ نگلے۔ والدین اور لیڈی ڈاکٹر طلب سسرال ابتداءً تو جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بہت جلد حقیقت حال انہیں دن میں تارے دکھاتی ہے۔ جانِ ناتواں لیڈی ڈاکٹر جب شوہر، سسرال، میکہ اور بچہ، (اگر اس دوران وارد ہوجائے تو مامتا اور دودھ سے محروم رہے گا) ہسپتال کی دیوانی ڈیوٹیوں کے ساتھ نبھانے میں چڑچڑی، صحت خراب، ٹینشن کا گولا بنی پھرتی ہے۔ خواب چکنا چور اور محبت ساتھ چھوڑنے لگتی ہے۔ یہ ٹریننگ خود ڈاکٹرز کی زبان میں غیر انسانی شب و روز کے گھن چکر کا نام ہے۔ 36 گھنٹے کی لگاتار ڈیوٹیاں (خصوصاً گائنی، سرجری جیسی فیلڈ میں) اس دوران سونے کو چند گھنٹے میسر آجائیں تو بڑی نعمت ہے۔ چکراتے دماغ اور پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ گھر آنے والی ڈاکٹر گھر والوں کو کیا سکھ دے سکتی ہے سمجھنا مشکل نہیں۔ دجالی فتنوں میں سے ایک یہ نظام کمرتوڑ گھر توڑ ایمان شکن ہے۔ ہسپتالوں کے ماحول میں شرعی حدود کی پامالی ایک بھاری المیہ اور علیحدہ موضوع ہے! سی ایس ایس کروا کر مردانہ وار دفاتر میں کام کرنے والی لڑکی کے شب و روز اس دیوانگی سے کچھ بہتر بھی ہوں تو یہ ضرور سوچیے کہ شریعت کے نکتہ نظر سے یہ بی بی کہاں کھڑی ہیں؟ ایک مرتبہ ایسی ہی ایک تازہ وارد کمشنری پر مامور لڑکی کو بھرے مظاہرین کے مجمع میں گھری کمزور نسوانی آواز میں مطالبات پر بھاشن دینے کا منظر ایک چوراہے پر دیکھا تھا جو قابل رحم بھی تھا اور شرمساری کا سامان بھی۔

یہ نظامہائے تعلیم، تربیت، ملازمت سب مغرب سے مستعار ہیں (لنڈے کی جینز اور ٹی شرٹ کی طرح جو لڑکیاں پہنے پھر رہی ہیں اب) جہاں عورت، مردانہ عورت ہے، نسوانیت سے عاری۔ مرد کی برابری میں اسے سبھی کچھ کر کے دکھانا ہے۔ شادی، گھر، خاندان، بچے اس کی ترجیحات میں شامل نہیں۔ اسی لیے یہ سہولت پارٹنر شپ کا نظام آچکا ہے، جس میں نہ نکاح ہے نہ طلاق، نہ اولاد نہ میکہ نہ سسرال، صرف ملازمت ہے۔ ''اور لے آئیں گے بازار سے گر ٹوٹ گیا'' کے اصول پر یہ جامِ سفال ہے۔ صرف کچا نہیں سفلی بھی ہے۔ ہم اسپیشلسٹ بھی لائیں اور پراٹھے بھی پکوائیں، بچے بھی پلوائیں، برتن کپڑے بھی دھلوائیں، یہ ممکن نہیں۔ ایک ایسی ہی ڈاکٹر صاحبہ کے شوہر کا آپریشن تھا تو ڈاکٹر کی باس (افسرانی) نے کہا: تمہارے شوہر کو پتا ہونا چاہیے کہ اس کی بیوی گھریلو خاتون نہیں جو اس کے سرہانے ڈیوٹی دے، یخنیاں پلائے، نازبرداری کرے۔ یاد رہے کہ یہ افسرانی طلاق یافتہ تھی اور زیر تربیت خواتین کے لیے بھی یہی راہ ہموار کرنے پر کمربستہ رہتی تھی! سو عورت کی تعلیم کے حوالے سے

غیر فطری، غیر شرعی میدانوں کا انتخاب کم از کم دیندار گھرانوں کو زیبا نہیں۔

علامہ اقبالؒ نے ایک صدی پہلے جو کچھ بھانپ لیا تھا، نثر و نظم دونوں میں تنبیہات کر دی تھیں، انہیں عام بھی نہ کیا گیا اور ان پر کان بھی نہ دھرا گیا۔ آج کم و بیش دو نسلوں سے اس کے نتیجے میں (معاشرے سے 'فل ٹائم ماں' عنقا ہو جانے پر) ہم نتائج بھگت رہے ہیں۔ 'انسانم آرزو ست' انسان کی تلاش میں چراغ لے کر نکل جایئے۔ خالی ہاتھ ہی لوٹیں گے۔ حکمرانی، سیاست، بیوروکریسی، ہر شعبۂ زندگی میں سیرت و کردار کا بحران ہے۔

اقبال کے چند فرمودات ملاحظہ فرمایئے جو براہ راست مغرب کے مشاہدے کے نتیجے میں رقم فرمائے گئے۔

''میں اس خیال سے لرزہ براندام ہو جاتا ہوں کہ عورتیں قوت لایموت کا خود بندوبست کریں۔ اس طرزِ عمل سے نسائیت کا جوہر تباہ و برباد ہو جائے گا۔'' (تجلیاتِ اقبال)

''اللہ نے عورت کو تخلیقی صفات دے کر ربوبیت پر مامور کیا ہے۔ عظیم ترین منصب! دنیا کی پوری آبادی عورت کی مرہونِ منت ہے اور یہی نسائیت کا جوہر ہے۔ مغربی نظام اسے ماتا سے محروم کر کے انسانیت کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔''

''اقبال مرد و زن کی ترقی، نشوونما اور تعلیم و تربیت کے لیے جداگانہ میدانِ عمل کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جسمانی طور پر ایک دوسرے سے مختلف بنایا ہے اور فرائض کے اعتبار سے بھی۔ چنانچہ وہ عورتوں کے لیے ان کی طبعی و فطری ضروریات کے مطابق الگ نصاب تعلیم اور الگ نصاب چاہتے ہیں۔''

(فقیر سید وحید الدین، روزگارِ فقیر۔ جلد اوّل)

''مسلمانوں نے دنیا کو دکھانے کے لیے دنیوی تعلیم حاصل کرنا چاہی، لیکن نہ تو دنیا حاصل کر سکے اور نہ دین سنبھال سکے۔ یہی حال آج مسلم خواتین کا ہے جو دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں دین بھی کھو رہی ہیں۔''

(اقبال اور بھوپال)

اقبال اسے کلیتاً مرد کی ذمہ داری قرار دیتے ہیں (قرآنی تعلیمات کے مطابق) کہ وہ تمام تر اخراجات مہیا کرے (اسی پر اسے قوام کا رتبہ دیا گیا ہے)۔ وہ عورتوں کی آزادی/ بے راہ روی کا ذمہ دار مردوں کو قرار دیتے ہیں۔

نے پردہ نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد!

اس پر ان کے ہاں کوئی ابہام نہ تھا کہ عورت کی بے محابا آزادی قوموں کی موت کا سامان لاتی ہے۔ ان کا کہنا تھا: ''عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں (انسان سازی) عائد کر رکھی ہیں کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے تو اسے کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ اگر اسے اس کے اصلی فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگا یا جائے جنہیں مرد انجام دے سکتا ہے تو یہ طریق کار یقیناً غلط ہوگا۔ مثلاً عورت کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے۔ اسے ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوس ناک کوشش ہے۔''

(روزگارِ فقیر)

اقبال بروقت یہ سب کچھ کہہ لکھ کر رخصت ہو گئے۔ آج ہوتے تو عورت کی ہمہ نوع سرگرمیاں دیکھ کر دل کا دورہ پڑنے سے سدھارتے۔

یہ چند سطور دیندار خاندانوں سے مخاطب ہیں۔ ہمارے ہاتھ شریعت سے بندھے ہوئے ہیں۔ انحراف صرف آخرت تباہ نہیں کرتا، دنیا میں بھی دربدر کر دیتا ہے۔ خسر الدنیا و الاخرۃ۔ اللہ ہماری رہنمائی فرمائے۔ (آمین!)

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں رہائش پذیر رفیقہ تنظیم اسلامی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ماسٹر ریاضی، ایک سالہ قرآن فہمی کورس، شرعی پردہ کی پابند، قد 5 فٹ، رنگ صاف، اردو اسپیکنگ، صوم و صلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0345-2150806
0334-3931329

☆ لڑکا عمر 38 سال، تعلیم بی اے، پیشہ صحافت، ذاتی گھر پابند صوم و صلوٰۃ کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4718480
0307-9488498

☆ لڑکا، عمر 30 سال، پراپرٹی کا کاروبار، ذاتی گھر، تعلیم ایف اے کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0303-4254335
0300-4240239

پریس ریلیز 05 مارچ 2021ء

سینٹ میں ہارس ٹریڈنگ کا سلسلہ جاری رہنا انتہائی شرمناک ہے

شجاع الدین شیخ

سینٹ میں ہارس ٹریڈنگ کا سلسلہ جاری رہنا انتہائی شرمناک ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ سینٹ میں ووٹوں کی خرید و فروخت ایک عرصہ سے جاری ہے لیکن ہمارے تمام حکومتی اور آئینی ادارے اِسے روکنے میں مکمل طور پر ناکام رہے ہیں۔ ضمیروں کی اِس سوداگری میں خریدار اور فروخت کنندہ دونوں قومی مجرم ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ بددیانتی اور بدعنوانی ''یونیورسل'' جرائم ہیں جو ہر مہذب معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ عوام کے نمائندگان اگر اِس گھٹیا کاروبار میں ملوث رہیں گے تو عوام کے لیے ایسی قانون سازی کیسے کر سکیں گے جس سے بددیانتی اور خیانت کا قلع قمع ہو اور جرائم پیشہ افراد کو گرفت میں لیا جا سکے گا۔ عوامی نمائندوں کا اگر یہی طرزِ عمل رہا تو قومی سطح پر ہمارا اخلاقی انحطاط اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا۔ اُنھوں نے کہا کہ پاکستان کی بنیاد اِسلام ہے جو معاشی، معاشرتی اور سیاسی سطح پر عدل و قسط اور امانت و دیانت کے بالفعل نفاذ کا حکم دیتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ موجودہ باطل نظام سے چھٹکارا حاصل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم پاکستان میں خلافتِ راشدہ کی طرز پر اجتماعی عدل و قسط پر مبنی ایک نظام قائم کریں۔ صرف اِسی صورت میں ہم دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکیں گے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

پاکستان میں سود کے خلاف ہونے والی کوششوں کی مختصر تاریخ

☆ 1948ء میں اسٹیٹ بینک کی عمارت کے افتتاح کے موقع پر قائداعظمؒ نے فرمایا: ”ہمیں مساوات اور معاشرتی انصاف کے حقیقی اسلامی تصور پر مبنی ایک معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا“

☆ 1956ء اور 1962ء کے آئین میں ربا کے خاتمے کی شق شامل کی گئی۔

☆ 1969ء میں اسلامی مشاورتی کونسل نے ملک میں رائج بنکاری نظام کے تحت جاری کیے جانے والے قرضوں اور سکیموں کو سودی قرار دیا۔

☆ 1973ء میں دستور پاکستان کی دفعہ 38F میں طے کیا گیا کہ سود کو جلد از جلد ختم کرنا ریاست کی منصبی ذمہ داری ہے۔

☆ 1977ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کو غیر سودی معیشت کے قیام کے لیے سفارشات مرتب کرنے کا کام تفویض کیا گیا۔ 1980ء میں کونسل نے اپنی حتمی رپورٹ شائع کی۔

☆ 1991ء میں وفاقی شرعی عدالت نے bank interest کو ربا یعنی سود قرار دیا۔

☆ 1992ء میں حکومت نے سپریم کورٹ میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی جس کی 1999ء تک سماعت نہ ہو سکی۔

☆ 1997ء میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے مسلم لیگ حکومت نے ایک اور کمیشن قائم کیا اور اس نے بھی اپنی رپورٹ پیش کر دی۔

☆ 1999ء میں سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے 1991ء کے فیصلے کو درست قرار دیا اور سودی قوانین کے خاتمے کے لیے جون 2001ء کی تاریخ مقرر کر دی۔

☆ جون 2002ء میں سپریم کورٹ کے نئے شریعت اپیلٹ بینچ نے سابقہ دونوں فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا اور معاملہ از سر نو جائزے کے لیے واپس فیڈرل شریعت کورٹ کو ریمانڈ کر دیا۔

☆ 2013ء میں گیارہ برس بعد وفاقی شرعی عدالت میں ریمانڈ شدہ کیس سماعت کے لیے مقرر (fix) کیا گیا اور تب سے اب تک بیسیوں سماعتوں کے بعد بھی کورٹ فیصلہ دینے میں ناکام رہی ہے۔ بینچ بنتے رہے اور ٹوٹتے رہے۔ ہر بار سماعت گویا از سر نو شروع کر دی جاتی ہے۔

☆ 2015ء میں آئین کی دفعہ (3)184 کے تحت امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کی طرف سے سپریم کورٹ میں سود کے خاتمے کے لیے ایک پٹیشن جمع کروائی گئی۔ اس پٹیشن کو یہ کہہ کر خارج کر دیا گیا کہ سود کا معاملہ وفاقی شرعی عدالت میں زیر سماعت ہے۔

☆ 2019ء میں کورٹ کے دائرہ کار پر بحث کے دوران اُس وقت کے اٹارنی جنرل نے یہ موقف اختیار کیا کہ اس کیس کے حوالے سے وفاقی حکومت وفاقی شرعی عدالت کی jurisdiction کو چیلنج نہیں کرتی۔

☆ فروری 2021ء میں اٹارنی جنرل نے یہ موقف اختیار کیا کہ وفاقی حکومت وفاقی شرعی عدالت کی jurisdiction کو تسلیم نہیں کرتی۔

یوں اب 30 سال ہونے کو آئے ہیں کہ یہ کیس ایک سے دوسری عدالت میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور ان تاخیری حربوں کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں ہم 73 سال گزرنے کے باوجود دین حق کے قیام اور نفاذ شریعت کے برعکس اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حالتِ جنگ میں ہیں۔

انسداد سود کی کوششوں کی مزید تفصیل کے لیے www.giveupriba.com ملاحظہ کیجیے

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

A Brief History of Struggle against Riba in Pakistan

- 1948 — While inaugurating a branch of the State Bank of Pakistan, the Quaid-e-Azam *(RAA)* said: "We must work our destiny in our own way and present to the world an economic system based on true Islamic concept of equality of manhood and social justice."
- **1956-62** — Article regarding the abolition of Riba was included both in the constitutions of 1956 and 1962.
- **1969** — The Islamic Consultation Council proclaimed Saving Certificates and Prize bonds etceterato be kinds of Riba.
- **1973** — It was declared in article 38(F) of the Constitution of Pakistan that the immediate eradicationof transactions involving giving and taking of riba was the state obligation ofthegovernmentofPakistan.
- **1977** — The Council of Islamic Ideology was delegated the responsibility to design and propose recommendations for creating an alternative, non-riba based Economic System.The Council of Islamic Ideology published its final report in 1980.
- **1991** — The Federal Shariat Court declared 'bank interest' as riba.
- **1992** — The government of Pakistan filed an appeal in the Supreme Court of Pakistan against thedecisionmade by the Federal Shariat Court. No hearing of the appeal took place until1999.
- **1997** — Due to the efforts of Dr. Israr Ahmad (RAA)the Muslim League government formed another commission and that commission, too, submitted its report.
- **1999** — The Supreme Court of Pakistan upholds and ratifies the decision made by the Federal Shariat Courton riba of 1991 and set the deadline for June 2001 to repeal all such laws that facilitated Riba.
- **2002** — The new Shariat Appellate Bench of the Supreme Court set aside both prior decisions (after a summary hearing) and remanded the matter back to the Federal Shariat Court for 'fresh review, deliberation and hearing'.
- **2013** — After a lapse of 11 years, the Federal Shariat Court fixed a date of hearing the case remanded in 2002 and since then even after numerous hearings the court has been unable to give a verdict. During this period benches were formed and broken frequently. Consequently, each time a new bench is formed the proceedings are started 'afresh', with virtually no consideration given to previous discussions or arguments.
- **2015** — The (then)Ameerof Tanzeem e Islami, Hafiz Aakif Saeed, filed a petition in the Supreme Court of Pakistan under article 184(3) for the abolition of Riba. The Supreme Court of Pakistan dismissed that constitutional petition declaring that it was non-maintainable as the matter was still being heard in the Federal Shariat Court.
- **2019** — During the arguments regarding the jurisdiction of the court, the then Attorney General of Pakistan maintained that the federal government had no reservations and would, hence, not challenge the jurisdiction of the Federal Shariat Court apropos this case.
- **2021** — In February 2021, the Attorney General took the position that the Federal Government did not consent the jurisdiction of the Federal Shariat Court.

Thus, it has been 30 years since this case started and it keeps on being moved to and from one court to another, and consequently due to these delaying tactics even after the passing of 73 years since the creation of this country on the basis of Islam, instead of establishing the Deen-e-Haq (The True Deen) and enforcing Shariah in it, we are in a perpetual state of war with Allah *(Exalted be He)* and His Messenger *(peace be upon him)*.

For more details related to the efforts made to Abolish Riba, please visit www.giveupriba.com

امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ
تنظیم اسلامی
www.tanzeem.org
بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمد

Vol: 30 Regd. No. C.P.L NO.114 No.09

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore